العروۃ فی مناسك الحج و العمرۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ چہارم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب : العروۃ فی مناسك الحج و العمرۃ
"فتاویٰ حج وعمرہ"

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذیقعدہ 1429ھ۔نومبر 2008ء

تعداد اشاعت : 2800

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

اطلاع

تمام قارئین اور ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ادارے کے ماتحت سن 2009ء کی ممبر شپ کے لئے ماہ اکتوبر کی کتاب میں فارم شائع ہو چکا ہے، اب آپ کی سہولت کے لئے ماہ نومبر میں دوبارہ فارم شائع کیا جا رہا ہے لہٰذا تمام قارئین اور ممبران سے جو کہ سن 2009ء کے لئے ممبر شپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب کے آخر میں دیئے فارم کو جلد از جلد پُر کر کے ادارے کے ایڈریس پر روانہ کر دیں۔ تاخیر کی صورت میں ممبر شپ کا حصول دشوار ہوگا۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے توحید و رسالت کے اقرار و تصدیق کے بعد ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ عاقل و بالغ ہے تو نمازِ پنجگانہ، صومِ رمضان اور ادائیگی زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ اگر استطاعت رکھتا ہو تو حج بیت اللہ سے بھی ضرور مشرف ہو، قرآن وحدیث اہمیت وفضیلتِ حج وعمرہ سے مالا مال ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾(آل عمران:۳/۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔(ترمذی)

اس فضیلت کے ساتھ حج وعمرہ کے دیگر فضائل تبھی حاصل ہوں گے جب باطنی شرائط وآداب کے ساتھ ساتھ ظاہری مسائل واحکامات کی معلومات حاصل کرنے کے بعد ان کی رعایت وبجا آوری بھی کی جائے ورنہ اس کے برعکس اگر فقط فضائل پر ہی نگاہ رہی اور جان بوجھ کر یا جہالت و لاعلمی کی بنا پر مسائل حج وعمرہ سے اغماض و لاپرواہی برتی گئی تو فضائل سے محرومی ایک منطقی امر ہے۔

حج کے علاوہ دیگر فرائض میں مثلاً نماز ایک ایسا فرض ہے کہ روزانہ پانچ وقت اس کی ادائیگی کی جاتی ہے، روزے بھی اگر چہ سال میں ایک مرتبہ ہی سہی، آتے تو ہر سال ہیں اور زکوٰۃ بھی اُمراء پر تقریباً ہر سال فرض ہو جاتی ہے، اس لئے ان عبادات کے متعلق مسائل

سے قدرے آگاہی اور پھر ان کی یاد دہانی رہتی ہے جب کہ وسائل کے مسائل درپیش ہونے کی وجہ سے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد حج وعمرہ کی ادائیگی سے محروم ہی رہتی ہے اور اُمراء میں سے بھی قلیل تعداد میں لوگ حج وعمرہ سے مشرف ہوتے ہیں ایسے میں حج وعمرہ کے مسائل سے لاعلمی ایک بدیہی بات ہے، لیکن اگر یہ لوگ مسائل سے ناواقفی وجہالت کی بناء پر اپنے حج وعمرہ کو برباد کر بیٹھیں تو یقیناً ایک بہت بڑا نقصان وخسارہ ہوگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر دور میں تغیر حالات وزمان کی وجہ سے نئے نئے مسائل کا حدوث ہوتا رہتا ہے، جس کے حل کے لئے اس دور کے جلیل القدر علماء ومفتیان کرام اپنے فرضِ منصبی کی بجا آوری کرتے ہوئے لوگوں کے مسائل وفتاویٰ کے جوابات دیتے رہے ہیں اور مناسکِ حج وعمرہ کے موضوع پر علمی وتحقیقی کتابیں تصنیف فرماتے رہے ہیں، آج کے دور علمی انحطاط پذیری کا دور ہے، جس کی وجہ سے عوام وخواص حج وعمرہ کے مسائل میں واضح خطاؤں کے مرتکب نظر آتے ہیں چنانچہ ضروری تھا کہ عوام وخواص کو مسائل بالدلائل سے آگاہی کے لئے کوئی علمی تحریر ہو، جس کا مطالعہ کر کے لوگ اپنے حج و عمرہ کو خراب ہونے سے بچا سکیں۔

الحمد للہ عزوجل جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے زیرِ اہتمام دارالافتاء کی زینت، عالم باعمل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم العالیہ نے مسائل وحج وعمرہ کے متعلق جو تحریری جوابات عطا فرمائے، ان کا ایک حسین گلدستہ بنام ''العروة فی مناسک الحج و العمرة'' (فتاویٰ حج وعمرہ) عوام وخواص کی خدمت میں پیش ہے، اس کے علاوہ مختلف مسائل پر مختلف اوقات میں لکھے گئے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ''انفع الوسائل الی معرفة المسائل بالدلائل'' کے نام سے عنقریب منظرِ عام پر آنے والا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قبلہ مفتی صاحب کو قدرت نے تحقیق نظری کے ملکہ اور تفقّہ سے خوب خوب نوازا ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں، ہر ہر مسئلے پر بیسیوں حوالہ

جات آپ کے استحضار علمی کا پتا دیتے ہیں جو ایک طرف مسائل کے لئے اطمینان قلبی کا سبب واقع ہوتے ہیں اور دوسری جانب خواص کے لئے نزہت نظری کا باعث بنتے ہیں۔

کتاب ہذا کے تین حصے گزشتہ سال شائع کئے گئے تھے جنہیں بعد میں یکجا کر کے خوبصورت انداز میں عوام کی سہولت کے لئے شائع کیا گیا، الحمد للہ جمعیت اشاعت اہلسنّت اب اس کے چوتھے حصے کو اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے 175 ویں نمبر پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ ان تمام حصوں کی ترتیب وتبویب کی ذمہ داری حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب مدظلہ العالی نے باحسن وخوبی نبھائی ہے، اللہ تعالیٰ اس خدمت دین کے صدقے ان کی علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اراکین وادارہ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور آخرت کی نجات کا سامان بنائے اور ہر خاص وعام کو اس سے نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد عمران نافع القادری
مدرس جامعۃ النور، نور مسجد، میٹھادر، کراچی

حج یا عمرہ کی نیت کے بغیر مکہ مکرمہ آنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ شلوار پہنے بیٹھا تھا جب کہ ہم آج ہی کراچی سے مکہ مکرمہ پہنچے ہیں اور کسی نے ابھی تک عمرہ بھی ادا نہیں کیا وہ بھی احرام کی چادریں پہن کر ہمارے ساتھ آیا تھا، ہم نے اُسے کہا کہ تو نے سِلے ہوئے کپڑے پہن لئے ہیں تجھ پر دَم لازم آجائے گا تو اس نے کہا میں نے کراچی سے آتے ہوئے احرام کی نیت نہیں کی تھی تو مجھ پر دَم کیسے آئے گا؟ تو حضرت اِس صورت میں شرع مطہر کی روشنی میں اِس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد ریحان ولد ابو بکر، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: شرع مطہر نے حرم کے گرد ایک دائرہ مقرر فرمایا ہے جسے میقات کہا جاتا ہے اور اس دائرے پر پانچ مقامات کو متعین کیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **قَرنُ المَنَازِل** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۸۰ اکلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ''السیل الکبیر'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ ان لوگوں کی میقات ہے جو نجد میں رہتے ہیں یا جو اس راستے سے گزریں۔

۲۔ **ذَاتِ عِرق** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) یہ عراق والوں اور اس راستہ سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

۳۔ **یَلَملَم** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جسے اب ''سعدیہ'' سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ یمن والوں کی اور جو اس راستہ سے گزریں میقات ہے۔

۴۔ **جُحْفہ** (یہ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۱۸۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) ''رابغ'' کے قریب ایک مقام ہے یہ مغرب، شام اور مصر سے آنے والوں اور اس راستہ سے گزرنے والوں کی میقات ہے، چاہے آنے والے خشکی سے راستے میں آئیں یا سمندری

راستے سے یا ہوائی جہاز سے۔

۵۔ **ذُو الحُلَیفَہ** (اَبیارِ علی مکہ مکرمہ سے تقریباً ۴۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) جس کو اب ''ابیارِ علی'' سے موسوم کیا جاتا ہے یہ مدینہ والوں اور اس راستے سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔

نوٹ: مواقیت خمسہ کی یہ تفصیل وزارۃ الحج مملکت سعودی عرب کی طرف سے شائع ہونے والے ایک پمفلٹ ''فریضۂ حج عام احکامات'' کے ص ۵ پر مذکور ہے۔

اس دائرے سے باہر رہنے والے آفاقی کہلاتے ہیں، کوئی شخص بھی اس دائرے کے باہر سے مکہ مکرمہ یا حرم شریف کی حدود میں آنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ میقات سے احرام کے ساتھ گزرے۔ اور اگر وہ احرام نہیں باندھتا تو اس پر لازم ہے کہ واپس میقات پر جائے اور احرام باندھ کر آئے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غير محرم ثم أحرم أو لا فعليه العود إلى وقت (۱)

یعنی، جو شخص میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا، پھر اس نے احرام باندھا یا نہ باندھا تو اس پر میقات کو لوٹنا لازم ہے۔

کیونکہ احرام کی میقات سے تاخیر کرنا حرام ہے، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و حرُم تأخيرُ الإحرام عنها كلِّها لمن أى: لآفاقيٍّ قَصَدَ دخولَ مكَّةَ يعني: الحرَمَ و لو لحاجةٍ غير الحَجِّ (۲)

یعنی، احرام کو تمام مواقیت سے مؤخر کرنا حرام ہے یعنی آفاقی کے لئے جو مکہ مکرمہ یعنی (حُدودِ) حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ حج کے سوا کسی اور حاجت کے لئے۔

مذکور شخص جب نیتِ احرام کے بغیر مکہ مکرمہ آ گیا تو اس پر لازم ہو گیا کہ وہ کسی بھی

۱۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب المواقيت، فصل في مجاوزة الميقات بغير إحرام ص ۹٤

۲۔ الدر المختار مع رد المحتار، المجلد (۳)، كتاب الحج، ص ۵۵۱۔۵۵۲

میقات کو جائے اور وہاں سے احرام باندھ کر آئے پھر اگر وہ نہیں لوٹتا تو اس پر دم لازم ہوگا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و إن لم يعد مطلقاً فعليه دم أى المجاوزة الوقت (۳)

یعنی، اگر مطلقاً میقات کو نہیں لوٹتا تو اس پر میقات سے (بغیر احرام کے) گزرنے کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے بغیر احرام کے گزرا تھا اسی میقات کو لوٹے، احرام کے لئے جس میقات کو بھی جائے کافی ہوگا، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَوْدُ إلى ميقات منها و إن لم يكن ميقاته ليحرم منه، و إلّا فعليه دمٌ (٤)

یعنی، اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تا کہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام گزر کر آیا تھا) ورنہ اس پر دَم لازم ہوگا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فالمراد أيُّ ميقاتٍ كان سواء كان ميقاتَهُ الذى جاوَزَه غيرَ مُحرِمٍ أو غيره، أقربَ أو أبعد، لأنّهما كلّها فى حقّ المحرم سواءٌ و الأولى أن يُحرِمَ من وقته "بحر" (٥) عن "المحيط" (٦)

یعنی، تو مراد یہ ہے کہ جو بھی میقات ہو، چاہے وہی میقات ہو کہ جس

۳۔ المسلك المتقسّط فى المنسك المتوسّط، باب المواقيت، فصل فى مجاوزة الميقات بغير إحرام، ص ۹۵

٤۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (٥) الحج، مطلب فى المواقيت، ص ۵۵۱۔۵۵۲

٥۔ البحر الرائق، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بغير إحرام ص ۵۲

٦۔ رد المحتار، باب الجنايات، مطلب: لا يجبُ الضّمانُ بكسرِ الآلاتِ اللّهوِ، ص ۷۰٦

سے گزر کر آیا تھا یا اس کی غیر، زیادہ قریب یا زیادہ دُور ہو کیونکہ مُحرِم کے حق میں سب برابر ہیں، بہتر ہے کہ اسی میقات سے احرام باندھے۔

یاد رہے کہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنے والا شخص واپس جا کر کسی میقات سے عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر آجاتا ہے تو اُس سے بغیر احرام کے میقات سے گزر کر آنے کی وجہ سے لازم آنے والا دَم ساقط ہو جائے گا مگر میقات سے بغیر احرام کے گزر آنے کا گناہ برقرار رہے گا کہ فقہاء کرام نے میقات سے بغیر احرام مکہ یا حرم آنا حرام لکھا ہے اور اس حرام کا ارتکاب اس نے کرلیا اس لئے اُسے سچی توبہ کرنا لازم ہوگی۔

مگر کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ بغیر احرام کے مکہ یا حرم آنا ممنوع ہے۔ تو یہ اس کے لئے ہے جو مکہ عمرہ یا حج کے ارادے سے آئے اور جو حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو اُس پر میقات کو لوٹنا اور وہاں سے احرام کے ساتھ آنا اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں دَم وغیرہ کچھ بھی لازم نہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جو شخص بھی مکہ یا حرم کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے تو شرعاً اس پر حج و عمرہ دونوں میں سے ایک عبادت لازم ہو جاتی ہے چاہے وہ خود حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر آفاقی عبور کند بر این مواقیت مذکورہ و ارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخولِ ارضِ حرم را، واجب گردد بروی ادائے اَحدُ النُّسکین اعنی حج یا عمرہ

یعنی، آفاقی اگر مواقیت مذکورہ سے گزرے اور وہ مکہ مکرمہ یا سرزمینِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو تو اس پر دو نُسک یعنی حج یا عمرہ میں سے ایک (عبادت) واجب ہو جاتی ہے۔

اس لئے حج و عمرہ دونوں میں سے کسی ایک کا احرام باندھنا بھی واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

و واجب شود بروے احرام برائے آن (۷)

۷۔ حيلة القلوب فى زيارة المحبوب، باب اوّل در بیان إحرام، فصل دویم در بیانِ مواقیت، نوع اوّل، ص ۵۸

یعنی، اور اس پر اس (یعنی حج یا عمرہ) کے لئے (میقات سے) احرام
باندھنا واجب ہو جاتا ہے۔

پھر وہ میقات کو لوٹے بغیر احرام باندھے یا نہ باندھے دَم بہرصورت اس پر لازم رہے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین تمرتاشی حنفی لکھتے ہیں:

و جاوَزَ وقتَه ثُمّ أحرَمَ لَزِمَه دمٌ، كما إذا لم يُحْرِم (۸)

یعنی، اپنی میقات سے بغیر احرام کے گزرا پھر احرام باندھا تو اس کو دَم لازم ہوگا جیسا کہ جب احرام نہ باندھے (تو اس کو دَم لازم ہو جاتا ہے)۔

سقوطِ دَم کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ میقات کو لوٹے اور احرام باندھ کر آئے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکور شخص کو احرام باندھنے کے لئے میقات لوٹنا اور وہاں سے احرام باندھنا لازم ہوگا ورنہ لوٹنے کی صورت میں دَم دینا ہوگا اور توبہ بہرصورت کرنی ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲٤ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ٤ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 01-F)

حرم یا حِل میں رہنے والے کا آفاق سے قِران کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حرم یا حِل کا رہنے والا اگر کسی کام کی غرض سے میقات سے باہر مثلاً مدینہ منورہ چلا جاتا ہے وہاں سے حج وعُمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آ جائے اور اشہُرِ حج میں عُمرہ ادا کرے تو اس کا قِران بلا کراہت درست ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکی یا جو مکی کے حکم میں ہے اگر کسی کام کی غرض سے آفاق چلا جائے اور وہاں سے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھ کر آ

۸۔ تنویر الأبصار مع شرحه للحصكفي، كتاب الحج، باب الجنايات، المجلد(۳)، ص ۷۰۵

جائے تو وہ قارن ہو جائے گا کیونکہ جب وہ کسی کام سے آفاق گیا تو حکماً آفاقی ہو گیا اور آفاقی ہونا قِران کی شرائط صحت میں سے ایک شرط ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و السادس أن يكون آفاقياً و لو حكماً (۹)

یعنی، قِران کی چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ آفاقی ہو اگرچہ حکماً آفاقی ہو۔

اور آفاق کی یہ شرط قِران مسنون کی ہی شرط ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أن اشتراط الآفاق إنما هو للقران المسنون لا لصحة عقد الحج و العمرة (۱۰)

یعنی، آفاق کی شرط صرف قِران مسنون کے لئے ہے نہ کہ صحتِ عقد حج و عمرہ کے لئے۔

اور امام شمس الدین محمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و قد بينّا أنّ المكّي إذا خرج من الميقاتِ ثمّ قَرَنَ حجةً و عمرةً كان قارناً (۱۱)

یعنی، ہم نے بیان کر دیا کہ مکی جب میقات سے نکلا پھر اس نے حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا تو وہ قارن ہو جائے گا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ثمّ رأيتُ مثلَ ذلك أيضاً في "كافي الحاكم" (۱۲) الذي هو جمعُ كتبِ ظاهر الرّواية، نصُّهُ: و إذا خرج المكّيُّ إلى الكوفةِ لحاجةٍ فاعتَمَر فيها من عامِهِ وحجَّ لم يكن متمتّعاً، و إن قَرَنَ

۹۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸٦

۱۰۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ۲۸٦

۱۱۔ المبسوط للسرخسي، كتاب المناسك، باب الجمع بين الإحرامين، ۲/٤/۱۷۰

۱۲۔ انظر: "المبسوط"، كتاب المناسك، باب المواقيت ٤/۱٦۹

من الكوفة كان قارناً اهـ و نقله في "الجوهرة" معلّلاً مُوَضّحاً فراجعها (١٣)

یعنی، پھر میں اس کی مثل امام حاکم شہید کی کتاب ''کافی'' میں بھی دیکھا کہ جس میں آپ نے کُتُبِ ظاہر الروایت کو جمع فرمایا ہے اور اس کی تصریح فرمائی کہ جب مکی کوفہ کو کسی کام سے نکلا پھر اس نے اسی سال کوفہ سے عمرہ (کا احرام باندھ کر عمرہ) کیا اور (اسی سال) حج کیا تو وہ مُتَمتّع نہ ہوگا اور اگر کوفہ سے قِران کیا تو قارن ہو جائے گا اور اسے (علامہ ابو بکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ نے اپنی کتاب) ''جوہرۃ النیرۃ'' (۱۴) میں عِلّت بیان کرتے اور واضح کرتے ہوئے نقل کیا پس تجھے چاہئے کہ تو وہاں مراجعت کرے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فلا قران للمكي (أي الحقيقي) إلا إذا خرج إلى الآفاق قبل أشهر الحج، قيل: و لو فيها فيصح منه القران لصيرورته آفاقياً حكماً (١٥)

یعنی، مکی حقیقی کے لئے قِران نہیں مگر جب وہ اشہرِ حج سے قبل آفاق کو گیا، کہا گیا کہ اگر چہ اَشہُرِ حج میں نکلا تو اس کے حکماً آفاقی ہونے کی وجہ سے اس کا قِران درست ہو جائے گا۔

کیونکہ وہ آفاق جانے کی وجہ سے آفاقی کے حکم میں ہو گیا تو اس کا قِران درست ہو گیا یہ اسی طرح ہے جیسے آفاقی مکہ آیا اور حکماً اہل مکہ سے ہو گیا چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

١٣ـ ردالمحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، باب (٢) التمتع، ص٦٤٧ـ٦٤٨

١٤ـ الجوهرة النيرة، المجلد (١)، كتاب الحج، باب التمتع، ص٢١٤ـ٢١٥

١٥ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ٢٨٦

كما أنه لا يجوز القران للآفاقي إذا دخل مكة و صار من أهلها حكماً (١٦)

یعنی، جیسا کہ آفاقی کے لئے قِران جائز نہیں جب مکہ داخل ہو کر حکماً اہلِ مکہ میں سے ہو گیا۔

تو اُسے قِران کے لئے آفاق جانا ضروری ہے ورنہ حکماً مکی ہونے کی وجہ سے حقیقی مکی کی طرح وہ بھی قِران نہیں کرے گا اور اگر کرے گا تو اس کا قِران مسنون نہ ہو گا اور سنّت کی مخالفت کی وجہ سے اسائت (بُرا) کرنے والا ہو گا اور قِران منعقد ہونے کی وجہ سے اُسے دَم دینا ہو گا اور وہ دَمِ شکر نہ ہو گا بلکہ دَمِ جبر ہو گا کہ جس سے وہ نہیں کھا سکتا جیسا کہ اس کی تفصیل کُتُبِ مناسک میں اور ہمارے ''فتاویٰ'' میں مذکور ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ٣ ذوالحجة ١٤٢٨هـ، ١٢ ديسمبر ٢٠٠٧ م (New 12-F)

قارن اگر عمرہ ترک کر کے صرف حج کے ارکان ادا کر لے تو اس کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج قِران کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہنچا اور حاجی منیٰ روانہ ہو رہے تھے تو اس نے عمرہ ادا نہ کیا اور منیٰ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ وہ عرفات گیا وقوفِ عرفہ کیا، اب اس نے عمرہ ادا نہ کیا اس کے لئے اُسے کیا کرنا ہو گا اور اس کا حج قِران باقی رہا یا نہ رہا؟

(السائل محمد ابراہیم، لبیک حج گروپ c/o مولانا محمد یونس شاکر، کاروانِ ہاشمی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اس نے عمرہ چھوڑ دیا جس کی وجہ سے اس کا قِران باطل ہو گیا اور اس پر عمرہ کی قضا اور عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہو گا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ صحتِ قِران کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ وقوفِ عرفہ

١٦ـ المسلك المتقسّط، ص ٢٨٦

سے قبل عمرہ کا کل یا اکثر طواف کرلے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی (۱۷) لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین (۱۸) نقل کرتے ہیں:

الثالث أن يطوف للعمرة كلَّهُ أو أكثرَهُ قبل الوقوف بعرفةَ (أي في وقته)

یعنی، صحتِ قِران کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوفِ عرفہ کے وقت میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا پورا (یعنی سات چکر) یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کرلے۔

اور وہ اس نے نہ کیا اس لئے وہ عمرہ کا چھوڑنے والا ہوگیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (۱۹) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۰) نقل کرتے ہیں:

فلو لم يطُفْ لها حتى وقَفَ بعرفة بعد الزَّوال ارتفعت (و في اللباب: ارتفضت) عمرته

یعنی، پس اس نے اگر عمرہ کا طواف نہ کیا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کرلیا تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا۔

اگر چہ اس نے عمرہ چھوڑنے کی نیت نہ کی تھی تب بھی عمرہ چھوٹ گیا چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أي و لو من غير نية رفضه إياها (۲۱)

یعنی، اگر چہ اس کی خاص عمرہ کو چھوڑنے کی نیت نہ ہو۔

جب اس نے حجِ قِران میں عمرہ کو چھوڑ دیا تو اس کا قِران باطل ہوگیا چنانچہ علامہ رحمت

۱۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب القران، فصل في شرائط صحته ص ۲۸۵
۱۸۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب القران، ۶۳۳/۳
۱۹۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، ص ۲۸۵
۲۰۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب القران، ۶۳۳/۳
۲۱۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، ص ۲۸۵

اللہ سندھی حنفی (۲۲) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ شامی (۲۳) نقل کرتے ہیں:

و بَطَلَ قِرانُه

یعنی، اور اس کا قِران باطل ہوگیا۔

اور قِران کا بطلان عمرہ کے بطلان کی وجہ سے ہوا کیونکہ جب اس نے عمرہ چھوڑ دیا تو اب عمرہ کی ادائیگی مُتعذّر ہوگئی اس لئے اگر وہ وقوفِ عرفہ کے بعد عمرہ کرے گا تو وہ افعالِ عمرہ کی افعالِ حج پر بنا کرے گا اور یہ مشروع نہیں ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فإن وقَفَ القارنُ بعرفةَ قبل أكثرِ طواف العمرةِ بَطَلَتْ (۲۴)

یعنی، پس اگر قارن نے عمرہ کے اکثر طواف سے قبل وقوفِ عرفہ کرلیا تو اس کا عمرہ باطل ہوگیا۔

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

لأنه تعذّر عليه أداؤها، لأنّه يصير بانياً أفعالَ العمرة على أفعال الحجّ، و ذالك خلاف المشروع (۲۵)

یعنی، کیونکہ (وقوفِ عرفہ کے بعد) اس پر عمرہ کی ادائیگی مُتعذّر ہوگئی کیونکہ (اگر وقوف کے بعد عمرہ ادا کرتا ہے تو) وہ افعالِ حج پر افعالِ عمرہ کی بنا کرنے والا ہوجائے گا جو کہ مشروعیتِ قِران کے خلاف ہے۔

اور اس صورت میں اس سے دمِ قِران ساقط ہوجائے گا جو کہ دمِ شکر ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و سقط عنه دمه

۲۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، ص ۲۸۵
۲۳۔ رد المحتار: ۶۳۳/۳
۲۴۔ الدر المختار: ۶۳۹/۳
۲۵۔ ردّ المحتار على الدُّرّ المختار، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب (۱) القران، ص ۶۳۹

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی دم القران للشکر المترتّب علی نعمة الجمع من أداء النُّسکین (۲۶)

یعنی، اس سے دمِ قران ساقط ہو جائے گا جو شکرانے کے طور پر اس نعمت پر مترتّب ہے جو اُسے نُسکِ عمرہ و حج کے مابین جمع کرنے پر حاصل ہوئی۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و سَقَط دمُ القران، لأنّه لم یُوفّق للنُّسُکین (۲۷)

یعنی، اور دمِ قران ساقط ہو گیا کیونکہ وہ نُسکِ عمرہ و حج کے مابین جمع نہ کر پایا (کیونکہ اس نے اپنے عمرہ کو باطل کر دیا تو وہ قارن نہ رہا)۔

اور جو عمرہ اس نے چھوڑا اس کی قضاء اور عمرہ چھوڑنے کا دم اس پر لازم ہوا، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ثم إذا ارتفضت عمرته فعلیه دم لرفضها و قضاؤها بعد أیام التشریق (۲۸)

یعنی، پھر جب اس کا عمرہ چھوٹ گیا تو اس پر عمرہ چھوڑنے کا دَم اور اس کی ایامِ تشریق کے بعد قضاء لازم آئی۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و قُضِیَتْ بشروعِهِ فیها

اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أی بعد أیّام التّشریق (۲۹)

۲۶۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص۲۸۰

۲۷۔ الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۳/۶۴

۲۸۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص۲۸۰

۲۹۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۳/۶۳۹۔۶۴۰

یعنی، اور (احرام و نیت سے) عمرہ میں شروع ہونے کی وجہ سے اُسے ایامِ تشریق کے بعد قضاء کیا جائے گا۔

و وَجَبَ دمُ الرَّفضِ للعُمرةِ (الدر المختار) لأنّ کلَّ من تَحلَّلَ بغیرِ طوافٍ یجبُ علیه دمٌ کالمحصر "بحر" (۳۰)

یعنی، اس پر عمرہ چھوڑنے کا دم لازم ہو گا کیونکہ وہ شخص جو عمرہ کا طواف کئے بغیر اس کے احرام سے فارغ ہو جائے اس پر محصر کی مانند دم لازم آتا ہے۔ "بحر" (۳۱)

اور اگر وہ وقوفِ عرفہ سے قبل طوافِ عمرہ کے اکثر پھیرے دے لیتا تو عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو طاف أکثره ثم وقف

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لم یصر رافضاً بالوقوف لأنه أتی بالأکثر، فبقی قارناً (۳۲)

یعنی، اور اگر وہ عمرہ کا اکثر طواف کر لیتا پھر وقوفِ عرفہ کرتا تو وقوف کے سبب عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوتا اور وہ قارن باقی رہتا۔

اور اس صورت میں طوافِ عمرہ کے باقی حصہ طوافِ زیارت سے قبل ادا کرنا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و أتمّ الباقی قبل طواف الزیارة (۳۳)

یعنی، اور باقی طوافِ زیارت سے قبل پورا کرے۔

اور اسی طرح "لُباب" کے حوالے سے علامہ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۳۴)

۳۰۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۳/۶۴۰

۳۱۔ بحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب القران تحت قوله: و إن لم یدخل مکة ص ۳۶۲

۳۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص۲۸۰

۳۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص۲۸۰

۳۴۔ رد المحتار: ۳/۶۳۹

طوافِ زیارت کی ادائیگی سے قبل طوافِ عمرہ کی تکمیل کے حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لاستحقاقها فی الذمه قبله، و لو کان الباقی من الأشوط واجباً

وهو دون الأقوی من طواف رُکن الحج (۳۵)

یعنی، کیونکہ طوافِ عمرہ کے یہ پھیرے طوافِ زیارت سے قبل ذمے میں واجب ہو چکے اگرچہ جو پھیرے بچے وہ واجب ہیں اور وہ حج کے رُکن طواف (یعنی طوافِ زیارت جوکہ) قوی تر ہے سے (درجے میں) کم ہیں۔

اور اس صورت میں اُسے چاہئے تھا کہ وہ منیٰ جانے کی بجائے عمرہ کا طواف کرلیتا اور قارن کے لئے طوافِ عمرہ کا وقت دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر تک ہوتا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اس قارن کے بارے میں لکھتے ہیں جو بغیر وضو کے دو طواف اور دو سعیاں کرلے:

أعاد طواف العمرة قبل یوم النحر، ولا شئ علیه و إن لم یعد حتی طلع فجر یوم النحر لزمه دم لطواف العمرة محدثاً و قد فات وقت القضاء و قال شارحه أی الإعادة لتکمیل الأداء (۳۶)

یعنی، یومِ نحر سے قبل طوافِ عمرہ کا اعادہ کرے اور اس پر کچھ نہیں اور اگر اعادہ نہ کرے یہاں تک کہ یومِ نحر کی فجر طلوع ہو جائے تو اُسے بے وضو عمرہ کا طواف کرنے کا دَم لازم ہو گیا اور تکمیلِ اداء کے لئے اعادہ کا وقت فوت ہو گیا۔

اور وقت کی کمی کے باعث اگر وہ طواف کے چار چکر ہی کرلیتا ہے طوافِ قدوم کی نیت سے کرتا یا نفل کی نیت سے تو اس کا فرض ادا ہو جاتا اور عمرہ باطل نہ ہوتا کیونکہ پھر اس پر طواف کے کم پھیرے اور سعی باقی رہتی جو کہ عمرہ کے واجبات سے تھے نہ کہ فرائض سے، چنانچہ علامہ

۳۵۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص۲۸۵

۳۶۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب الجنایات، فصل فی الجنایة فی طواف العمرة، ص۳۹۰

علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

فلو أتی بأربعةِ أشواطٍ و لو بقَصْدِ القدوم أو التّطوُّع لم تَبطُل، و یُتِمُّها یومَ النّحر (۳۷)

یعنی، پس اگر (طوافِ عمرہ کے) چار چکر کرلیتا اگرچہ طوافِ قدوم یا نفل کی نیت سے تو عمرہ باطل نہ ہوتا اور اُسے دس ذی الحجہ کو (طوافِ زیارت سے قبل) پورا کرلیتا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین علامہ حصکفی کی عبارت ''عمرہ باطل نہ ہوتا'' کے تحت لکھتے ہیں:

لأنه أتی برُکنِها، و لم یبق إلاّ واجباتُها من الأقلّ و السّعي۔

"بحر" (۳۸)

یعنی، کیونکہ اس نے اس کا رُکن ادا کرلیا (کہ طواف فرض میں کم از کم چار پھیرے فرض ہیں) اور باقی نہ رہے مگر عمرہ کے واجبات وہ طواف کے کم پھیرے اور سعی ہیں۔ "بحر" (۳۹)

طواف کے بقیہ کم پھیروں کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں مذکور ہے کہ انہیں طوافِ زیارت سے قبل ادا کرے اور سعی غیر مؤقّت ہے اسی لئے حج کی سعی طوافِ زیارت کے بعد قربانی کے ایام گزار کر کی جائے تو بھی درست ہو جاتی ہے اگرچہ خلافِ سنّت ہے۔

اور مذکور شخص عمرہ کو چھوڑنے والا اس وقت قرار پایا جب اس نے زوال کے بعد وقوفِ عرفہ کیا اس سے قبل جب وہ منیٰ میں تھا یا عرفات میں، عمرہ کو چھوڑنے والا قرار نہیں دیا گیا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و فی "الکافی" للحاکم لا یصیر رافضاً لعمرته حتی یقف بعد

۳۷۔ الدر المختار، کتاب الحج، باب القران، ۳/۶۳۹

۳۸۔ ردّ المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (٥) الحج، باب (۱) القران، ص۶۳۹

۳۹۔ البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب القران، ص۳۶۲

الزوال، و قال ابن الهمام: وهو حقّ لأن ما قبله ليس وقتاً للوقوف، فحلوله بها كحلوله بغيرها، و في "السراج الوهاج" و لو وقف بعرفة قبل الزوال لا يكون رافضاً لأنه لا عبرة بهذا الوقوف، فيرجع إلى مكة و يطوف لعمرته، فلو لم يرجع حتى وقف (٤٠)

یعنی، امام حاکم شہید کی ''کافی'' میں ہے قارن اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ زوال کے بعد وقوفِ عرفات کر لے اور امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام نے فرمایا یہی حق ہے کیونکہ اس سے قبل وقوف کا وقت نہیں ہے تو قارن کا وہاں ہونا عرفات کے غیر میں ہونے کی مانند ہے، اور ''سراج الوہاج'' میں ہے اگر زوال سے قبل وقوف عرفات کیا تو وہ اپنے عمرہ کو چھوڑنے والا نہ ہوگا کیونکہ اس وقوف کا کوئی اعتبار نہیں، تو وہ (اگر زوال سے قبل عرفات چلا گیا تو) مکہ لوٹ آئے اور اپنے عمرے کا طواف کرے (اور رفضِ عمرہ سے بچ جائے) پس اگر نہ لوٹا یہاں تک کہ (وقوف کے وقت میں) وقوف کر لیا (تو اس کا عمرہ چھوٹ گیا)۔

لہٰذا اُسے چاہئے تھا وقوفِ عرفات سے پہلے پہلے مکہ آکر طوافِ عمرہ کر لیتا اس طرح وہ عمرہ کی قضاء دَم اور گناہ کے اِرتکاب سے بچ جاتا کیونکہ اس نے عمرہ کو جان بوجھ کر چھوڑا ہے اس لئے وہ گنہگار بھی ہوا جس کے لئے اسے عمرہ کی قضا اور دَم دینے کے ساتھ ساتھ توبہ بھی کرنی ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱٤ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۳دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 27-F)

٤٠۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص۲۸٥

مکہ سے طائف گھومنے کی غرض سے جانے والوں کے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم کل بروز جمعہ گھومنے کی غرض سے طائف گئے وہاں سے ہم نے فون کے ذریعے آپ سے معلوم کیا تو آپ نے بتایا کہ طائف میقات سے باہر ہے اسی طرح حضرت مولانا محمد عرفان صاحب ضیائی سے وہاں سے احرام کا حکم معلوم کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ لوٹو کہ بلا احرام آنا جائز نہیں ہے، ہمارے کسی ساتھی نے ایک اور پاکستان سے تشریف لائے ہوئے معروف حنفی عالم سے فون پر پوچھا تو انہوں نے فرمایا سیر وتفریح کی غرض سے گئے ہو اس لئے احرام لازم نہیں، اس طرح ہم میں سے چند ساتھیوں نے احرام نہ باندھا بغیر احرام مکہ لوٹے، اب آپ سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہمیں بتائیے کہ کس کا قول درست ہے اور جو بلا احرام مکہ لوٹے اُن کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: احمد بن محمد فتانی، الفتانی حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: واضح رہے کہ طائف میقات سے باہر ہے اور اس جانب میقات ''قرنُ المنازل'' ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میقاتوں کا تعین خود فرمایا، اہلِ مدینہ کے لئے ''ذوالحلیفہ''، شام والوں کے لئے ''جُحفہ''، اہلِ نجد کے لئے ''قرن المنازل'' اور یمن والوں کے لئے ''یلملم''، اور یہ بھی ارشاد فرمایا یہ میقات مذکورہ مقامات کے لوگوں کے علاوہ اُن کے لئے بھی ہیں جو کسی میقات سے گزر کر حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئیں، البتہ جو لوگ میقات کے اندر حِل میں رہتے ہیں ان کی میقات ان کے اپنے گھر ہیں، جب کہ مکہ میں مقیم لوگ مکہ ہی سے (حج کا) احرام باندھیں گے۔(٤١) جب کہ اہلِ عراق کا میقات ''ذاتِ عرق'' ہے جس کا ذکر ''صحیح مسلم'' میں ہے۔

اور قرن سے مراد وہ پہاڑی ہے جو کسی بڑے پہاڑ کا حصہ ہو لیکن اس سے علیحدہ نظر آتی ہو، یہ اس کے آس پاس خلیج کے رہنے والوں اور ریاض و طائف کے راستے سے آنے والوں

٤١۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، برقم:۱٥۲٤

کی میقات ہے، یہاں سے مکہ معظّمہ کے لئے دو بڑے راستے ہیں، جن پر دو مسجدیں بنائی گئی ہیں جو ایک راستے پر ''سیل کبیر'' اور دوسرے پر ''وادی مُحرم'' کے نام سے موسوم ہیں۔

سیل کبیر: اس میقات پر ایک مسجد ''سیل کبیر'' کے نام سے موسوم ہے جو مسجد الحرام سے بجانب شمال مشرق اسّی (۸۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں سے طائف کا فاصلہ (۴۰) کلومیٹر ہے۔

وادی مُحرم: یہ مسجد بھی ''قرن المنازل'' کی میقات ہی سے معروف ہے یہ مسجد سیل کبیر کے جنوبی سمت میں واقع ہے ان دونوں مسجدوں کے درمیان تینتیس (۳۳) کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور مسجد الحرام سے مکہ طائف روڈ پر چھہتر (۷۶) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جب کہ طائف یہاں سے صرف دس (۱۰) کلومیٹر رہ جاتا ہے، اسی طرح ''تاریخ مکہ''(٤٢) میں ہے۔

جب کہ طلال بن العقیل نے ''سیل کبیر'' سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ پچھتر (۷۵) کلومیٹر ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: قرن المنازل: یہ نجد والوں اور ان لوگوں کی میقات ہے جو اس راستے سے گزرتے ہیں اس کا موجودہ نام ''سیل کبیر'' ہے جو مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔(٤٣)

اور ابن باز نے صرف یہ لکھا کہ ''قرن المنازل'' جو اہلِ نجد کی میقات ہے جس کو آج کل ''سیل'' کہا جاتا ہے۔(٤٤)

اور سعودی حکومت کے سلسلۃ إرشادات للحاج و المعتمرین کے چوتھے رسالے میں ہے:

قرن المنازل: و يسمى "السيل الكبير" وهو ميقات أهل نجد و أهل الطّائف ومن مرّبه من غيرهم و يبعد عن مكة المكرمة (٧٨ كم) تقريباًو يحاذيه "وادی محرم" وهو أعلى قرن

٤٢۔ تاریخ مکہ مصنفہ ڈاکٹر الیاس عبدالغنی، ص٢٥، ٢٧، ٢٨

٤٣۔ رہنمائے حج وعمرہ، احرام باندھنے کی جگہیں، ص۱۲

٤٤۔ حج وعمرہ اور زیارات الخ، میقات کا بیان، ص۲۷

المنازل من جهة طريق الهدا۔ الطائف و يبعد عن مكة المكرمة (٧٥ كم) تقريباً (٤٥)

یعنی، قرنُ المنازل: اور اس کا نام ''سیل کبیر'' رکھا گیا ہے اور یہ اہلِ نجد اور اہلِ طائف کی اور جو ان کے سوا یہاں سے ہو کر گزرے (سب) کی میقات ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۷۸ کلومیٹر دُور ہے اور اس کے محاذی ''وادی محرم'' ہے اور وہ ''قرن المنازل'' سے بلندی پر طائف کے طریقِ ہُدا کی طرف سے ہے اور مکہ مکرمہ سے تقریباً ۷۵ کلومیٹر دُور ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ طائف میقات سے باہر آفاق میں ہے نہ کہ میقات ہے یا میقات کے اندر ہے اور حرم مکہ کے ارادے سے طائف سے آنے والے اور طائف سے ہو کر گزرنے والے اگر ''سیل کبیر'' کے راستے سے آئیں تو ''سیل کبیر'' پر اور اگر ''طریقِ ہُدا'' سے آئیں تو ''وادی محرم'' پر اُسے احرام باندھنا لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

حكمها وجوب الإحرام منها لأحد النُّسكين و تحريم تأخيرها عنها لمن أراد دخول مكة أو الحرم و إن كان لقصد التّجارة أو غيرها و لم يرد نسكاً (٤٦)

یعنی، میقات کا حکم یہ ہے کہ ان سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب اور احرام کو ان سے مؤخر کرنا حرام ہے ہر اس شخص کو جو مکہ معظّمہ یا حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگرچہ تجارت وغیرہ کی غرض سے (حدودِ حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو) اور اس نے حج کا ارادہ نہ کیا ہو۔

اور مکہ یا حرم آنے کے ارادے سے میقات سے گزرنے والے پر احرام کے وجوب پر اجماع ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

٤٥۔ صفة الحج و العمرة مع أدعية مختارة، المواقيت، ص١٢۔١٣

٤٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقيت، فصل فی مواقيت الخ، ص٨٩

أی بالإجماع (٤٧)

یعنی، میقات سے احرام باندھنا بالاجماع واجب ہے۔

کوئی شخص آفاق سے حرم چاہے کسی ارادہ سے آئے جیسے تجارت کی غرض سے، یا اس کا گھر ہی حُدودِ حرم یا مکہ شہر میں ہو اور وہ اپنے گھر آ رہا ہو یا مکہ مکرمہ سیر وتفریح کی غرض سے آئے، بہر صورت اس پر واجب ہوگا کہ میقات سے احرام باندھ کر آئے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فعندنا یجب الإحرام مطلقاً (٤٨)

یعنی، پس ہمارے نزدیک احرام مطلقاً واجب ہے (چاہے کسی بھی ارادے سے آئے)۔

اسی لئے ہمارے فقہاء نے لکھا کہ میقات وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ یا حرم کا ارادہ رکھنے والا بلا احرام نہیں گزر سکتا، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و المواقیت أی المواضع التی لا یجاوزھا مرید مکة إلا محرماً (٤٩)

یعنی، میقاتیں وہ جگہیں ہیں جن سے مکہ کو جانے والا بلا احرام نہیں گزر سکتا۔

سوال میں ذکر کردہ افراد جب مکہ میں تھے مکی کے حکم میں تھے کہ مکی کی طرح ان کے لئے عمرہ کے حل اور حج کے لئے مکہ یا حرم میقات تھی یعنی جہاں وہ تھے وہاں کے اہل کے حکم میں تھے اور جب آفاق کی جانب نکلے تو آفاقی کے حکم میں ہو گئے جس طرح مکی حقیقی بھی اگر آفاق نکلے چاہے کسی بھی غرض سے گیا ہو تجارت کی غرض سے گیا ہو یا سیر وتفریح کی غرض سے، بہر حال وہ آفاقی کے حکم میں ہو گیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الضابطة فیه أن من وصل إلی مکان صار حکمه حکم أهله (٥٠)

یعنی، اس میں ضابطہ (یعنی قاعدہ کلیہ اس حکم میں، شرح اللباب للقاری)

٤٧۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ٨٩

٤٨۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ٨٩۔٩٠

٤٩۔ الدر المختار، المجلد (٣)، کتاب (٥) الحج، بیان المواقیت، ص ٥٤٨

٥٠۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقیت، فصل و قد یتغیّر المیقات الخ، ص ٩٤

یہ ہے کہ جو شخص جس جگہ پہنچ گیا تو اس کا حکم وہی ہو گیا جو وہاں کے رہنے والوں کا ہے۔

اور لکھتے ہیں:

فلو خرج المکی إلی الآفاق أو الحلّ لحاجة فهو وقته للحج أو العمرة (٥١)

یعنی، پس اگر مکی آفاق یا حل کو کسی کام سے نکلا تو وہی اس کے حج یا عمرہ کی میقات ہے۔

لہٰذا جب یہ وہاں کے اہل کے حکم میں ہو گئے تو جس طرح وہاں والوں کو بغیر احرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں اسی طرح ان کو بھی مکہ مکرمہ آنے کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ لوگ طائف کس غرض سے گئے تھے اور مکہ کسی غرض سے آئے جیسا کہ مندرجہ بالا عباراتِ فقہاء سے ظاہر ہے۔

اور جو لوگ بغیر احرام کے آئے ہیں وہ سب کے سب گنہگار ہوئے اور ان پر لازم ہے کہ وہ میقات کو لوٹ جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور توبہ بھی کریں ورنہ ان پر عمرہ اور دَم دونوں لازم ہوں گے اور ساتھ توبہ بھی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته غیر محرم ثم أحرم أو لا فعلیه العود (أی فیجب علیه الرجوع) إلی وقت (٥٢)

یعنی، جو شخص اپنی میقات سے بلا احرام گزر گیا پھر احرام باندھا یا نہ باندھا (دونوں صورتوں میں) اس پر میقات کو لوٹنا واجب ہے۔

مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

من جاوز وقته أی میقاته الذی وصل إلیه (٥٣)

٥١۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب المواقیت، فصل: وقد یتغیر المیقات بتغیر الحال، ص ٩٤

٥٢۔ لُباب المناسك باب المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام ص ٩٤

٥٣۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام ص ٩٤

یعنی، مصنّف کا قول جو اپنی میقات سے (بلا احرام) گزرا کا معنی ہے
اس میقات سے گزرا جس پر وہ پہنچا۔

جیسے یہ لوگ طائف سے آتے ہوئے ''سیل کبیر'' سے گزرے ہوں گے یا ''وادی محرم'' سے تو ان پر احرام باندھنے کے لئے میقات کو لوٹنا واجب تھا نہ لوٹنے کی صورت میں بلا احرام میقات سے گزرنے کا دَم لازم ہوگا اور ضروری نہیں کہ احرام باندھنے کے لئے اسی میقات کو لوٹیں کہ جس سے بلا احرام گزر کر آئے دوسری میقات کو بھی جا سکتے ہیں، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَوْدُ إلى ميقاتٍ منها و إنْ لم يكن ميقاتَهُ لِيُحرِمَ منه، و إلّا فعليه دمٌ كما سيأتي بيانُهُ في باب الجنايات (٥٤)

یعنی، پس اس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو پر لوٹنا لازم ہے اگر اس کی (وہ) میقات نہ ہو (کہ جس سے بلا احرام گزر آیا) تا کہ میقات سے وہ احرام باندھے ورنہ اس پر (بلا احرام میقات سے گزرنے کا) دَم لازم ہوگا جس کا بیان عنقریب ''باب الجنایات'' (٥٥) میں آئے گا۔

بلا احرام میقات سے گزرنے کی وجہ سے وہ گنہگار ہو گئے چاہے دوبارہ میقات کو گئے یا نہ گئے اور دَم دے دیا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

٥٤۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج مطلب: في المواقيت، ص ٥٥١-٥٥٢

٥٥۔ باب الجنایات میں ہے کہ

أيُّ ميقاتٍ كان سواءٌ كان ميقاتَهُ الذي جاوَزَهُ غيرَ مُحرِمٍ أو غيرَهُ، أقربَ أو أبعدَ، لأنّها كلُّها في حقِّ المحرم سواءٌ و الأولى أن يُحرِم من وقته (ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، مطلب: لا يجب الضمان الخ تحت قوله: الى ميقاتٍ ما، ٣/٧٠٦)

یعنی، کوئی بھی میقات ہو چاہے وہی میقات ہو کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا یا اس کے علاوہ میقات ہو اس سے قریب ہو یا بعید ہو کیونکہ مُحرِم کے حق میں سب برابر ہیں، اور اَولیٰ یہ ہے کہ اپنی میقات سے احرام باندھے (کہ جس سے بلا احرام گزرا تھا)

اسی طرح "بحر الرائق" کے کتاب الحج، باب مجاوزة الميقات بغير احرام میں ہے۔

اگر آفاقی عبور کند برین مواقیت مذکورہ و ارادہ داشتہ باشد دخولِ مکہ یا دخول ارضِ حرم را واجب گردد بروے ادائے احدُ النسکین اعنی حج یا عمرہ و واجب شود بروے احرام برائے آن پس اگر تجاوز کرد از انجا بغیر احرام آثم گردد بسبب آنکہ ترک کرد واجب را و ارتکاب کرد فعل حرام را، و واجب باشد بروے کہ عود کند بسوئی یکے از مواقیت مذکورہ تا احرام بہ بندد از انجا و لازم نیست کہ عود کند بسوئی خصوص میقاتے کہ تجاوز کردہ است آنرا، پس اگر عود نہ کرد بسوئی ہیچ یکے از مواقیت مذکورہ واجب گردد دم بروے برابر است کہ عبور او بقصد حج یا عمرہ باشد یا بقصد غیر آن چنانکہ بیع و شراء یا حاجتی دیگر و این مذہب ما است الخ (٥٦)

یعنی، اگر کوئی آفاقی بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے اور اس کا ارادہ مکہ معظّمہ یا ارضِ حرم میں داخل ہونے کا ہو تو اس پر دو عبادتوں حج و عمرہ میں سے ایک عبادت واجب ہو گئی اور اس پر اس کا احرام باندھنا واجب ہو گیا، اب اگر یہاں سے آگے بڑھے گا تو گنہگار ہو گا اس سبب سے کہ اس نے واجب کو ترک اور فعل حرام کا ارتکاب کیا، اس پر واجب ہے کہ یہاں سے مواقیت مذکورہ میں سے کسی میقات کو جائے تا کہ احرام باندھ لے، اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس میقات سے گزر آیا خاص اسی میقات پر جائے، اگر وہ کسی میقات پر واپس نہیں گیا تو اس پر دَم واجب ہوگا، بغیر احرام کے میقات سے گزرنا حج و عمرہ کی نیت سے ہو یا کسی اور غرض سے جیسے تجارت یا کسی اور ضرورت کے لئے سب کا حکم یکساں ہے یہ ہم احناف کا مذہب ہے۔

لہٰذا بغیر احرام کے حرم آنے والوں پر لازم ہے کہ وہ کسی بھی میقات پر جائیں اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں اور عمرہ کریں اور توبہ بھی کریں، اور اگر میقات پر احرام

٥٦۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب اول در بیان احرام فصل دویم ص ٥٨

باندھنے کے لئے نہیں جاتے تو ان پر دَم لازم ہوگا اور عمرہ یا حج بھی لازم ہوگا اور دونوں صورتوں میں سچی توبہ بھی لازم ہے، حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی حنفی مدظلہ نے جب آپ لوگوں سے کہا تھا کہ احرام باندھ کر آنا لازم ہے تو ان کی بات پر عمل کرنا چاہئے تھا کہ آپ مناسکِ حج وعمرہ کے اچھے عالم ہیں اس لائق ہیں کہ مسائل دینیہ میں اُن کی بات پر اعتماد کیا جائے خصوصاً مسائل حج وعمرہ اور دوسرے کسی کی بات کو لینے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۱ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۳۰ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 34-F)

حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والا مُحرِم کب کہلائے گا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے احرام کی چادریں پہن لیں احرام کی نیت بھی کر لی مگر تلبیہ نہیں پڑھی کیا اس کا احرام ہو گیا یا نہیں؟

(السائل محمد رضوان)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: یاد رہے کہ صرف دو چادروں کے پہن لینے کا نام احرام نہیں ہے اور پھر صرف نیت کر لینا مُحرِم ہونے کو کافی نہیں اگر چہ نیت زبان سے کر لے بلکہ نیت کے ساتھ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ایسا کام کرنا فرض ہے کہ جسے شریعت نے معتبر رکھا ہے، چنانچہ صاحب بدائع الصنائع کے استاد علامہ علاؤ الدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹ھ/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما نوى عند الإحرام و لم يذكر التلبية، و لم يوجد منه تقليد البدنة و السوق، لا يصير محرماً عندنا (۵۷)

یعنی، پس اگر احرام کے وقت نیت کی اور (کلمات) تلبیہ کو ذکر نہ کیا اور اس سے قربانی کے جانور کو ہار پہنانا اور اسے ہانکنا نہ پایا گیا تو وہ ہمارے نزدیک مُحرِم نہ ہوگا۔

۵۷۔ تحفة الفقهاء كتاب المناسك باب الإحرام ص ۱۹٦

ہاں اگر اس نے نیت کے بعد تلبیہ کی جگہ تسبیح یا تہلیل یا تحمید کی تو وہ احرام والا ہو جائے گا، چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و لو ذكر مكان التلبية التهليل أو التسبيح و أو التحميد أو غير ذلك مما يقصد به تعظيم الله تعالىٰ مقروناً بالنية يصير محرماً و هذا على أصل أبي حنيفة و محمد في باب الصلاة الخ (۵۸)

یعنی، تلبیہ کی جگہ نیت کے ساتھ تہلیل یا تسبیح یا تحمید یا اس کے علاوہ ایسی چیز کہ جس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے تو مُحرِم ہو جائے گا اور یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے باب الصلوٰۃ میں (مذکور) قاعدے کی بنا پر ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

شرائط صحته الإسلام و النيّة و الذكر (۵۹)

یعنی، صحتِ احرام کی شرائط اسلام ہے اور نیت ہے اور ذکر ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الأولىٰ أن يقول: و التلبية و ما يقوم مقامه من الذكر (٦٠)

یعنی، بہتر یہ ہے کہ مصنف فرماتے تلبیہ اور وہ ذکر جو اس کے قائم مقام ہے۔

اور اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

إنما قال: الأولى دون الصواب لأن قول المصنّف: و الذكر شامل للتلبية و غيرها و وجه الأولوية أن الكلام يكون مشعراً بإصالة التلبية اھ دا مّلا أخون جان (٦١)

۵۸۔ بدائع الصنائع، المجلد (۳)، كتاب الحج، فصل في بيان ما يصير به محرماً ص ۱۵۳

۵۹۔ لُباب المناسك باب الإحرام

٦٠۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط باب الإحرام ص ۱۰۰

٦١۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب الإحرام ص ۱۰۰

یعنی، مُلّا علی قاری نے صواب کی بجائے اَولٰی فرمایا کیونکہ مصنّف کا قول ذکر تلبیہ وغیرہا کو شامل ہے اور اَولویت کی وجہ یہ ہے کہ کلام اصالۃً تلبیہ کی خبر دیتا ہے۔ اھ

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٥ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٣ ینایر ٢٠٠٨ م (New 40-F)

زخم پر پٹی باندھنے والے مُحرِم کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے ہاتھ کے انگوٹھے پر زخم تھا اس لئے اس پر دوائی لگا کر پٹی باندھنا ضروری تھی اور میں نے کراچی سے احرام باندھا ہے، حالتِ احرام میں انگوٹھے پر پٹی باندھنے کی وجہ سے مجھ پر کوئی دَم تو لازم نہیں آئے گا؟

(السائل: محمد صابر، لبیک حج گروپ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں کچھ لازم نہیں ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف "مبسوط" (٦٢) سے نقل کرتے ہیں:

إن عصب شيئاً من جسده من علّة أو غير علّة فلا شيء عليه و لكن يكره له أن يغطّي ذلك من غير علّة (٦٣)

یعنی، بے ضرورت بدن کا کوئی حصہ پٹی سے باندھنا مکروہ ہے اگرچہ کچھ کفّارہ لازم نہیں آتا اور ضرورت سے باندھنے کی اجازت ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

از انہاست کہ مُحرِم خرقہ بندد بر عضوے از اعضائی تمام جسد خود ما سوائے

٦٢۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (٢)، الجزء (٤)، كتاب المناسك، باب ما يلبسه المحرم من الثياب، ص ١١٥

٦٣۔ الحج مصنّفه محمد سلیمان اشرف، مکروهات، ص ٤٨

سر و رُوئے مگر آنکہ بعذر باشد چنانکہ آن عضو مجروح یا مکسور باشد آن گاہ بستن خرقہ مباح باشد الخ (٦٤)

یعنی، مکروہاتِ احرام میں سے ایک یہ ہے کہ سر اور چہرے کے علاوہ مُحرِم اپنے جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو پر پٹی باندھے مگر یہ کہ پٹی باندھنا کسی عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ وہ عضو زخمی ہو یا ٹوٹا ہوا ہو تو اس وقت پٹی باندھنا مباح ہوگا۔

مگر حالتِ احرام میں زخم کو ایسی دَوا لگانا کہ جس میں ایسی خوشبو ہو جسے دوائی میں ڈال کر پکایا نہ گیا ہو اور زخم پورے عضو کو گھیرے ہوئے نہ ہو تو صدقہ لازم ہوگا بشرطیکہ خوشبو دار دوا متعدد بار استعمال نہ کی ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی "لُباب" میں اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و لو تدوى بالطيب أى المحض الخالص أو بدواء فيه طيب أى غالب و لم يكن مطبوخاً لما سبق فالتصق أى الدواء على جراحته تصدّق أى إذا كان موضع الجراحة لم يستوعب عضواً أو أكثر (٦٥)

یعنی، اگر محض خالص خوشبو سے دوا کی (یعنی بطورِ دوا استعمال کیا) یا ایسی دوا استعمال کی کہ جس میں خوشبو غالب ہے اور دوا میں مِلا کر پکائی نہیں گئی، اور وہ دوا زخم پر مَل دی تو صدقہ دے یعنی جب زخم کی جگہ پورے یا اکثر عضو کو نہ گھیرے۔

اس کے تحت علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

أما إذا استوعب عضواً فيجب الدم (٦٦)

٦٤۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب اوّل در بیانِ احرام، فصل ھفتم در بیانِ مکروھات تنزیھیہ إحرام ص ٩٥

٦٥۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص ٣٥٣۔ ٣٥٤

٦٦۔ إرشاد الساری إلى مناسك الملا علی القاری، باب الجنایات، فصل فی التّداوی بالطّیب، ص ٣٥٤

یعنی، مگر جب پورے عضو کو گھیر لے تو دَم واجب ہے۔

اور اگر پورے یا اکثر عضو سے کم زخم پر خوشبو دار دوا لگائی مگر چند بار لگائی تو بھی دَم لازم ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

إلاّ أن يفعل ذلك مراراً فيلزمه دمٌ، لأن كثرة الفعل قامت مقام كثرة الطيب (٦٧)

یعنی، مگر یہ کہ وہ اُسے بار بار کرے تو اُسے دَم لازم ہوگا کیونکہ کثرتِ فعل کثرتِ خوشبو کے قائم مقام ہے۔

اور دوا اگر بے خوشبو ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح اگر دوائی میں مُلّا کر پکائی گئی ہے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲٦ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ٦ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 03-F)

حالتِ احرام میں نماز کے لئے ٹوپی پہننے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین کہ ایک مُحرِم کہ جس نے ابھی عمرہ ادا نہیں کیا، اُسے ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا پوچھنے پر کہنے لگا کہ میں نماز کے لئے ٹوپی پہنتا ہوں جب کہ حالتِ احرام میں سر ڈھکنا ممنوع ہے اور اس نے دو یا تین نمازوں میں سر ڈھک لیا ہے تو اس صورت میں اس پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل: حافظ جنید ولد محمد یوسف، لبیک حج گروپ، مکہ)

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: مُحرِم کو سر ڈھکنا ممنوع ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷٤ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست مُحرِم را اگر مرد باشد پوشیدن تمام سر یا بعض آن برابر است

٦٧۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی التّداوی بالطّیب، ص ۳۰٤

کہ بپوشد آن را بعمامہ یا بقلنسوہ یا بہ برنس (٦٨)

یعنی، مُحرِم اگر مرد ہو تو اُسے اپنا (پورا) سر یا کچھ سر چُھپانا جائز نہیں، چاہے اُسے عمامہ سے چُھپائے یا ٹوپی سے۔

اور سر چار پہر چُھپایا تو دَم، اس سے کم چُھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱٤ھ لکھتے ہیں:

و لو غطّی جمیع رأسه أو وجهه أی جمیع وجهه بمخیط أو غیره یوماً و لیلةً و کذا مقدار أحدهما فعلیه دمٌ أی کاملٌ بلاخلاف

یعنی، اگر پورا سر یا پورا چہرہ سِلے ہوئے (کپڑے) یا اس کے غیر سے ایک دن اور رات اور اسی طرح دن و رات میں سے کسی ایک کی مقدار چُھپایا تو اس پر بلاخلاف کامل دَم ہے۔

و الرُّبع منهما کالکُلّ قیاساً علی مسحهما

یعنی، سر اور چہرے کا چوتھائی کُل کی مثل ہے ان کو مسح پر قیاس کرتے ہوئے۔

اور اگر چار پہر سے کم عرصہ کُل یا بعض سر کو چُھپایا تو صدقہ لازم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و فی الأقلّ من یوم و کذا من لیلةٍ صدقة (٦٩)

یعنی، ایک دن اسی طرح ایک رات کی مقدار سے کم میں صدقہ ہے۔

اور مذکور شخص نے جب نمازِ ظہر کے لئے ٹوپی پہنی نماز کے بعد اُتار دی لیکن اُتارتے وقت اس ممنوع سے باز آنے کی نیت نہ تھی کہ اس نے نمازِ عصر کے لئے پھر ٹوپی پہن لی اس طرح مغرب میں بھی تو یہ مسلسل پہننا شمار ہوگا چنانچہ علامہ محمد سلمان اشرف لکھتے ہیں:

٦٨۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اوّل در بیانِ إحرام فصل ششم در بیانِ مُحرّماتِ إحرام ص ۸۷

٦٩۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنایات، فصل فی تغطیة الرأس و الوجه، ص ۳٤١

دن کو پہنا رات کو اُتار دیا یا رات کو پہنا دن کو اُتار دیا لیکن اُتارتے وقت باز آنے کی نیت سے نہیں اُتارا دوبارہ پھر پہننے کی نیت ہے تو جتنے دن پہنے گا ایک ہی بار کا پہننا شریعت اُسے قرار دے گی اور اس لئے ایک ہی کفارہ اس پر واجب ہوگا۔(۷۰)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فإن نَزعه علی قصد أن یلبسَهُ ثانیاً، أو لیلبس بدلَهُ لا یلزمُه كفّارةٌ أخرى لتداخُلِ لُبْسيه و جعلِهما لُبْساً واحداً حكماً (۷۱)

یعنی، پس اگر اُسے اس ارادے سے اُتارا کہ دوبارہ پہنے گا تو اس پر دوسرا کفّارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ دونوں بار پہننے کے ایک دوسرے میں داخل ہونے کی وجہ سے (شرع نے) دونوں کو حکماً ایک بار پہننا قرار دیا۔

لہٰذا نمازِ ظہر سے لے کر نمازِ مغرب تک مسلسل سر ڈھکنا قرار دینے کی صورت میں صرف صدقہ لازم آئے گا کیونکہ چار پہر مکمل نہیں ہوئے اور محظورِ احرام کا ارتکاب گناہ ہے بشرطیکہ عمداً بلاعذر ہو جیسا کہ مذکورہ صورت میں اور گناہ کی وجہ سے اُسے توبہ کرنی ہوگی۔

واللہ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۵ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ۵ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 02-F)

حالتِ احرام میں خوشبودار صابن استعمال کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حالتِ احرام میں خوشبودار صابن سے ہاتھ دھولئے اب اس پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں جب کہ حج کی ایک کتاب میں خوشبودار صابن کے استعمال کا جواز مذکور ہے؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، کاروانِ اہلسنّت، مکہ مکرمہ)

۷۰۔ انجِ مصنفہ محمد سلمان اشرف، احرام میں لباس ممنوع، جزئیات، ص ۴۵

۷۱۔ ردالمحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، باب (۳) الجنايات، تحت قوله: مالم یعزم الخ، ص ٦٥٨

بإسمه تعالى و تقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں صابن میں خوشبو اگر تھوڑی تھی تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر زیادہ تھی تو دَم چنانچہ علامہ مفتی عبدالواجد قادری (صاحبِ فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

کھانا کھانے کے بعد صابن سے ہاتھ نہ دھوئے تو بہتر ہے کہ اگر صابن میں ذرا بھی خوشبو ہوگی تو صدقہ واجب ہوگا اور زیادہ خوشبو ہوگی تو دَم واجب ہوگا۔(۷۲)

اور کتاب مذکور کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبودار صابن سر پر لگانا جائز نہیں۔(ص ۸۸)

علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی "لُباب" میں اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فلو أصاب جسدَه أي كلَّه أو عضواً كاملاً أو أكثر أو أقلّ طيبٌ كثيرٌ فعليه الدَّمُ، و إن غسل من ساعته أي من فوره سواء باشر بنفسه الغسل أو لا (۷۳)

یعنی، اگر مُحرِم کے پورے جسم پر یا ایک عضو کامل پر، یا اس کے اکثر یا اقل پر کثیر خوشبو لگی تو اس پر دَم لازم ہے اگرچہ اس نے فوراً اُسے دھو دیا چاہے خود دھویا یا نہ (بہر صورت دَم لازم ہوگا)۔

اور ہاتھ کامل عضو ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و في "الخجندي": إذا خضبت المرأة كفَّها بالحناء و هي مُحرمة وجب عليها دم، هذا يدلّ أن الكف عضوٌ كاملٌ، لأنه وجب في تطييبه الدم كذا في "شرح القدوري" (۷٤)

۷۲۔ حج کے مسائل مع زیارتِ حرمین، سلے ہوئے کپڑوں کے مسائل، ص ۳۹

۷۳۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل: لا يُشترط بقاءُ الطيب، ص ۳۰٤

۷٤۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل في الحناء، ص ۳۰۸

یعنی، ''حـجـنلی ''میں ہے کہ عورت نے احرام میں ہتھیلی کو مہندی لگائی تو اس پر دَم واجب ہے، یہ اس کی دلیل ہے کہ ہتھیلی کامل عضو ہے کیونکہ اُسے خوشبو لگانے پر دَم واجب ہے، اسی طرح(۷۵) ''شـــــرح القدوری ''میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی لکھتے ہیں:

و العضو کالرأس و اللحیة و الشارب و الید الخ (۷٦)

یعنی، عضو جیسے سر، داڑھی، مونچھیں اور ہاتھ الخ۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ خوشبو اگر کثیر ہو تو اعتبار خوشبو کا ہوتا ہے نہ کہ عضو کا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و إن کان کثیراً فالعبرة بالطِّیب

یعنی، اگر خوشبو کثیر ہو تو اعتبار خوشبو کا ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لا بـالـعـضـو، هذا هو الصحیح کما قاله شیخ الإسلام وغیره توفیقاً بین الأقوال (۷۷)

یعنی، (خوشبو کثیر ہو تو) عضو کا اعتبار نہیں اور یہی صحیح ہے جیسا کہ شیخ الاسلام وغیرہ نے اقوالِ (فقہاء) کے مابین موافقت کرتے ہوئے فرمایا۔

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۷ ذی القعده ۱٤۲۸ھ، ۷ دیسمبر ۲۰۰۷ م　(New 04-F)

۷۵۔　الجوهرة النیرة، المجلد (۱)، کتاب الحج، باب الجنایات، تحت قوله: إن تطیب أقل الخ، ص ۲۱۷

۷٦۔　لُبـاب الـمـنـاسك (مع شـرحـه للقاری)، باب الجنایات، فصل فی لبس الخفین، نوع الثانی فی الطیب، ص ۳٤٦

۷۷۔　الـمسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنایات، فصل فی لبس الخفین، النوع الثانی فی الطّیب ص ۳٤٦

آفاق سے حج کا احرام باندھنے والے متمتع کے لئے طوافِ قدوم کا حکم

استـفـتـاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک حاجی عمرہ کرنے کے بعد مدینہ شریف چلا جائے اور پانچ ذوالحجہ کو وہاں سے مکہ کو حج کا احرام باندھ کر لوٹے تو اس کا حج حجِ اِفراد ہوگا یا حجِ تمتع جب کہ اس کا گھر پاکستان میں ہے، نیز حجِ تمتع ہونے کی صورت میں اس پر طوافِ قدوم لازم ہوگا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد عامر، قتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسـمـه تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکور حاجی کا حج حجِ تمتع واقع ہوگا کیونکہ اپنے شہر سے آنے کے بعد عمرہ ادا کرکے وہ مدینہ شریف گیا اپنے گھر کو نہ لوٹا لہٰذا المام صحیح نہ پایا گیا اور یہ تمتع کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ تمتع کے شرائط میں لکھتے ہیں:

(٦) المام صحیح نہ کیا ہو، المام صحیح کے معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے بعد، احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے، پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو لہٰذا اگر عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آکر حج کیا تو تمتع نہ ہوا الخ (۷۸)

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تـصـریـحـهـم بـأنّ مـن شـرائط التّمتّع مطلقاً أن لا یلمّ بأهله بینهما إلماماً صحیحاً (۷۹)

یعنی، فقہاء کرام کی تصریح ہے کہ مطلقاً تمتع کی شرائط سے ہے کہ وہ اس

۷۸۔　بہارِ شریعت حصہ ششم، تمتع کا بیان، تمتع کے شرائط، ص ۴۹۷

۷۹۔　المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب التّمتّع، فصل فی تمتّع المکی، ص ۳۱٤

نے عمرہ اور حج کے مابین اپنے اہل سے المام صحیح نہ کیا ہو۔

لہٰذا مذکور شخص جب مدینہ شریف میں صرف حج کا احرام باندھ کر آئے گا اور یہاں آ کر حج کرے گا تو متمتع ہی رہے گا کیونکہ وہ عمرہ تو حج کے مہینوں میں اس نے ادا کر چکا اور مدینہ طیبہ جانے پر المام صحیح نہ پائے جانے کی وجہ سے اس کا تمتع باطل نہ ہوا۔

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ متمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لیس علیه (أی علی المتمتع) طواف القدوم

یعنی، متمتع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أی بالإتفاق کما صرّح به الکرمانی و غیره

یعنی، جیسا کہ (علامہ ابو منصور) کرمانی (حنفی) (۸۰) وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ بالاتفاق مُتمتّع پر طوافِ قُدوم نہیں ہے۔

اور متمتع پر طوافِ قُدوم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عمرہ کرنے کے بعد جب مکہ میں ٹھہرا تو اہلِ مکہ میں سے ہو گیا اور اہلِ مکہ جب حج کریں تو اُن پر طوافِ قدوم نہیں چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و المراد قبل الإحرام بالحج أو مطلقاً لأنه صار من أهل مكة حينئذٍ، و ليس عليهم طواف القدوم فی حجتهم إلا أنهم إذا أرادوا أن يقدموا السعی، فلا بد أن يطوفوا و لو نفلاً ليصح سعيهم بعده (۸۱)

یعنی، مراد یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے سے قبل یا مطلقاً (اس پر طوافِ

۸۰۔ ذکره المسالك فی المناسك، باب التمتّع، فصل فی صفة التمتّع المسنون، ۱/ ۶۰۹، و هکذا فی "بدایة المجتهد" (۱/ ۳۵۲)

۸۱۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب التمتّع، فصل المتمتّع علی نوعین، ص ۳۱۸

قُدوم نہیں) کیونکہ وہ اس وقت اہلِ مکہ میں سے ہو گیا اور اُن پر اُن کے حج میں طوافِ قُدوم نہیں مگر یہ کہ وہ حج کی سعی کرنے کا ارادہ کریں تو ضروری ہے کہ وہ طواف کریں اگرچہ نفلی طواف کریں تا کہ اس کے بعد اُن کی سعی درست ہو جائے۔

اور فقہاء کرام کا یہ کہنا کہ مکی پر طوافِ قُدوم نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ مُتمتّع مکی کے ساتھ لاحق ہے کیونکہ مُتمتّع من وجہٍ حکماً آفاقی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و أما قولهم المكّی ليس عليه طواف القدوم، فليس المعنی أن المتمتّع ملحق به حيث أن يحرم من حيث أحرم المكی به إذا المتمتّع فی حكم الآفاقی من وجه (۸۲)

یعنی، فقہاء کرام کا قول کہ مکی پر طوافِ قُدوم نہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ مُتمتّع مکی کے ساتھ ملحق ہے کہ وہ وہیں سے احرام باندھے جہاں سے مکی نے باندھا کیونکہ مُتمتّع من وجہٍ آفاقی کے حکم میں ہے۔

اور متمتع ہر نُسک (یعنی حج و عمرہ) میں مسافر کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے جب وہ قارن کی طرح آفاق سے حج کا احرام باندھ کر آئے گا اس پر طوافِ قدوم لازم ہو گا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و لهذا قالوا فی تعريفه إنه الجامع بين نسكين بسفرٍ واحدٍ، و إذا كان فی حكم المسافر فی كل نسك يلزمه طواف القدوم فی حجه كالقارن (۸۳)

یعنی، اسی وجہ سے مُتمتّع کی تعریف میں کہا کہ وہ دو نُسک کو ایک سفر میں جمع کرنے والا ہے جب وہ ہر نُسک میں مسافر کے حکم میں ہے تو اُسے اپنے حج میں طوافِ قدوم لازم ہو گا۔

۸۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب التمتّع، فصل فی المتمتّع علی نوعین، ص ۲۱۹

۸۳۔ المسلك المتقسّط، ص ۳۱۹

اور جس کے حج کا احرام آفاق سے ہو اس کے لئے طوافِ قُدوم مسنون ہوتا ہے، جیسا کہ آفاقی حج افراد یا قران کرے اور جب مکی حجِ افراد کا مکہ سے احرام باندھتا ہے تو اس پر طوافِ قُدوم نہیں ہوتا اور پھر مندرجہ بالا عبارات میں اس مُتمتّع کے لئے طوافِ قُدوم کو ثابت کیا گیا جو مکہ سے احرام باندھے اور اس میں اس کے من وجہٍ مسافر کے حکم میں ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے تو وہ مُتمتّع جو عمرہ کے بعد آفاق چلا جائے اور بغیر المامِ صحیح کے صرف حج کا احرام باندھ کر آئے تو اس کے حق میں طوافِ قُدوم بطریقِ اَولیٰ ثابت ہوگا۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا یہ صورت مسئولہ میں مُتمتّع طوافِ قُدوم بھی کرے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ، ۸ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 05-F)

دورانِ طواف وسعی قصیدہ بُردہ یا حمد ونعت پڑھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ کبھی طواف میں قصیدہ بُردہ شریف اور کسی اور زبان میں نعتِ رسول ﷺ پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نعت شریف یا قصیدہ بُردہ شریف پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرع میں دورانِ طواف اشعار پڑھنے کی رخصت مذکور ہے اور اگر مذکور ہے تو برائے مہربانی بیان فرمادیں۔

(السائل: حافظ محمد جنید بن محمد یوسف، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: دورانِ طواف وسعی اشعارِ محمودہ پڑھنا شرعاً مُباح ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری مُباحاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و إنشاد شعر محمود و کذا إنشاؤہ (۸۴)

یعنی، مُباحاتِ طواف میں سے ہے اچھے شعر پڑھنا اور اسی طرح اچھے

۸۴۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مُباحاته، ص ۱۸۲

شعر کہنا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ مُباحاتِ طواف میں لکھتے ہیں:

ہم خواندن شعرے کہ مشتمل باشد بر حمد وثنا وامثال آن (۸۵)

یعنی، طواف کا نواں مباح ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد وثناء اور اس کی مثل پر مشتمل ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یہ باتیں طواف وسعی میں مباح ہیں...... حمد ونعت ومنقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا۔ (۸۶)

اور اچھے اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں کہ جن کا پڑھنا شرعاً مُباح قرار دیا گیا ہے جیسے حمد ونعت ومنقبت اور پند ونصائح وغیرہا پر مشتمل اشعار۔ اور مذموم اشعار تو ویسے بھی پڑھنا حرام ہے اور حالتِ طواف میں اشد حرام، چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و المراد بالمحمود ما یُباح فی الشرع و إلّا فما یکون من قبیل الأشعار المستفاد منها العلوم، فهو داخل فی المستحبات، و الشعر المذموم حرام أو مکروہ مطلقاً و فی الطواف أقبح (۸۷)

یعنی، محمود سے مراد وہ ہے جو شرع میں مُباح ہے مگر وہ اشعار اس قبیل سے ہیں کہ جن سے علوم مستفاد ہوتے ہیں تو وہ مُستحبات میں داخل ہیں اور شعر مذموم حرام ہے یا مطلقاً مکروہ ہے اور طواف میں زیادہ قبیح ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و إنشاء شعرٍ یَعریٰ عن حمدٍ و ثناءٍ (۸۸)

۸۵۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب سیوم دربیانِ طواف، فصل هفتم در بیانِ مُباحاتِ طواف، ص ۱۵۴

۸۶۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، طواف وسعی صفا ومروہ کا بیان، ص ۴۷۵

۸۷۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة، فصل فی مباحاته، ص ۱۸۲

۸۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مکروهاته ص ۱۸۲

یعنی، وہ شعر پڑھنا مکروہ ہے جو حمد وثناء سے خالی ہو۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و فی معناھما ما یخلوا من إفادۃ علم، و موعظۃ، و ترغیب و ترھیب (۸۹)

یعنی، اور حمد وثناء کے معنی میں وہ اشعار جو افادۂ علم، نصیحت اور ترغیب و ترہیب سے خالی ہوں (اُن کا پڑھنا مکروہ ہے)۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

سیوم خواندن شعرے کہ مشتمل نباشد بر حمد و ثناء و افادۂ علم و موعظہ و ترغیب و ترہیب (۹۰)

یعنی، طواف کا تیسرا مکروہ ایسا شعر پڑھنا ہے جو حمد وثناء اور افادۂ علم و نصیحت اور ترغیب و ترہیب (نیکی کی رغبت دلانے اور بدی کے ارتکاب سے ڈرانے) پر مشتمل نہ ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا (طواف میں مکروہ ہے)۔ (۹۲)

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے یعنی وہ اشعار جو مذکورہ بالا اُمور سے خالی ہوں طواف میں اُن کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا کہ مندرجہ بالا سطور میں ذکر کردہ مُلّا علی قاری کی عبارت میں ہے:

حرام أو مکروہ

یعنی، حرام یا مکروہ۔

تو حرام سے مراد حرام ظنّی اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، اور پھر مطلق کراہت

۸۹۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص ۱۸۲

۹۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل ششم ص ۱۵۲

۹۲۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال

کے قول کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا گیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

قیل مطلقاً فیحمل علی الکراھۃ التنزیھیۃ لأن الإشتغال بالأذکار و الأدعیۃ أفضل (۹۳)

یعنی، کہا گیا کہ طواف کے دوران مطلقاً شعر پڑھنا مکروہ ہے تو (اس قول کو) کراہت تنزیہیہ پر محمول کیا جائے گا کیونکہ ذکر اور دُعا میں مشغول ہونا افضل ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و در روایتی آمدہ کہ خواند شعر مطلقاً مکروہ است پس حمل کردہ شود روایت را بر ترکِ افضل چہ اشتغال باذکار و ادعیہ افضل است (۹۴)

یعنی، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شعر پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے پس اس روایت کو ترکِ افضل پر محمول کیا جائے گا کیونکہ دورانِ طواف اذکار اور دعاؤں میں مشغول ہونا افضل ہے۔

لہٰذا وہ اشعار جو حمد وثنا، نعت و منقبت، مناجات، افادۂ علمی، پند و نصائح یا ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہوں اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔ جب کہ باآوازِ بلند نہ پڑھے ورنہ اس میں تفصیل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱٤۲۸ھ، ۸ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 07-F)

دورانِ طواف بلند آواز سے دُعائیں مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے

۹۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفۃ فصل فی مکروھاتہ، ص ۱۸۲۔۱۸۳

۹٤۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم دربیانِ طواف و انواعِ آن، فصل ششم ص ۱۵۲

کُتبِ فقہ میں پڑھا ہے کہ دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر کرنا اور دعائیں مانگنا مکروہ ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ کتنی آواز سے پڑھا جائے تو اس پر کراہت کا اطلاق ہوگا اور پھر کراہت کی دو قسمیں ہیں یہاں کراہت کونسی مراد ہے تحریمی یا تنزیہی؟

(السائل: حافظ محمد فاروق، از کاروانِ اہلسنّت، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے با آواز بلند ذکر و دُعا کرنے کو مکروہاتِ طواف میں شمار کیا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی مکروہاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و رفع الصوت و لو بالقران و الذِّکر و الدُّعاء (۹۵)

یعنی، طواف میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے اگرچہ تلاوتِ قرآن اور ذکر و دُعا کے ساتھ آواز بلند کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چہارم رفع صوت در حالۃِ طواف اگرچہ بقرآن یا ذکر یا دُعا باشد (۹۶)

یعنی، چوتھا مکروہ یہ ہے کہ حالتِ طواف میں آواز کو بلند کرے اگرچہ آواز بلند کرنا تلاوتِ قرآن یا ذکر یا دُعا کے ساتھ ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

(مکروہاتِ طواف میں سے ہے) ذکر یا دُعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا۔(۹۷)

اور دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر و دُعا کے مکروہ ہونے سے مراد کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جس طرح فقہاء کرام نے جَہر کو مکروہاتِ طواف میں ذکر کیا ہے اسی طرح اِخفاء کو مُستحباتِ طواف میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی نے اپنی

۹۵۔ لُباب المناسک، باب أنواع الأطوفۃ، فصل فی مکروھاتہ

۹۶۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل ششم دربیان مکروھاتِ طواف، ص ۱۵۲

۹۷۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، ایام اقامت کے اعمال، ص ۷۵

کتاب ''لُباب'' میں مُستحباتِ طواف کے بیان میں لکھا ہے:

الإسرار بالذکر و الأدعیۃ (۹۸)

یعنی، دورانِ طواف ذکر اور دُعاؤں میں اِخفا مستحب ہے۔

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کہ کراہت استحباب کے مقابلے میں مذکور ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ فقہاء کرام نے طواف میں ذکر و دُعا کے اخفا کو مسنون بھی لکھا ہے تو کراہت سنّت کے مقابلے میں مذکور ہونے کی وجہ سے تنزیہی کیسے رہے گی۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس سے انکار نہیں ہے کہ فقہاء کرام نے اِخفاء کو مسنون بھی لکھا ہے جیسا کہ علامہ ابو بکر علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و السنّۃ أن یخفی صوتہ بالدعا (۹۹)

یعنی، سنّت یہ ہے کہ دُعا آہستہ آواز سے ہو۔

اور کراہت اگر سنّت کے مقابلے میں مذکور ہو تو بھی تنزیہی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں ہیں لیکن اِخفاءِ آواز کو واجب بھی کہا گیا ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ صاحبِ لُباب کی عبارت کہ ''دوانِ طواف ذکر و دُعا میں اخفاء مستحب ہے'' کے تحت لکھتے ہیں:

و فیہ بحث لأنہ یجب الإخفاء إذا کان الجھر مشوّشاً للطائفین و المصلّین، فقد صرّح ابن الضیاء أن رفع الصوت فی المسجد حرام و لو بالذکر (۱۰۰)

یعنی، اس میں بحث ہے کیونکہ طواف میں اخفاء واجب ہے جب کہ جہر ایسا ہو کہ طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے، پس ابن الضیا حنفی (قاضی و مفتی مکہ متوفی ۸۵۴ھ) نے تصریح فرمائی (۱۰۱) ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے اگرچہ ذکر کے

۹۸۔ لُباب المناسک (مع شرحہ للقاری)، باب أنواع الأطوفۃ فصل فی مستحباتہ

۹۹۔ الجوھرۃ النیرۃ، المجلد (۱)، کتاب الحج، ص......

۱۰۰۔ المسلک المتقسّط، ص ۱۷۹۔۱۸۰

۱۰۱۔ البحر العمیق، المجلد (۲)، الباب العاشر فی دخول مکۃ و فی الطواف و السعی، فصل فی بیان انواع الأطوفۃ، ص ۱۲۱۸

ساتھ ہو۔

اور یہاں کراہت واجب کے مقابلے میں ہے لہٰذا تحریمی ہوگی کما لا یخفی۔ اس لئے ثابت ہوگیا کہ دورانِ طواف بلند آواز سے ذکر و دُعا مکروہ تحریمی بھی ہے اور تنزیہی بھی۔ اب یہ بات کہ کب تحریمی ہے اور کب تنزیہی یا کس صورت میں تحریمی ہے اور کس میں تنزیہی یا آواز کتنی بلند ہو تو کراہت تحریمی ہوگی اور کتنی ہو تو تنزیہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں فقہاء کرام کے اقوال و عبارات پر غور کرنے سے جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ اگر آواز اتنی بلند ہے کہ اس کا ضرر کسی دوسرے کو نہ پہنچتا ہو بلکہ پڑھنے والے کی اپنی ذات کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے جیسے ریا و سمعہ کا اندیشہ، اسی لئے صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دُعا اور درود آہستہ پڑھو کہ اپنے کان تک آواز آئے، ملخصاً (۱۰۲)

اور اگر آواز اتنی بلند ہے کہ دوسروں کو ایذاء کا سبب بنے، طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں مبتلا کر دے تو کراہت تحریمی ہوگی جیسا کہ مُلّا علی قاری کی مندرجہ بالا سطور میں مذکور عبارت سے ظاہر ہے اور مکروہاتِ طواف میں مذکور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی عبارت "و رفع الصوت الخ" کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی بحیث یشوّش علی الطائفین و المصلّین (۱۰۳)

یعنی، (طواف میں آواز بلند کرنا اگرچہ تلاوت قرآن، ذکر و دُعا کے ساتھ آواز بلند کرے مکروہ ہے) اس حیثیت سے کہ طواف کرنے اور نماز پڑھنے والوں کو پریشانی میں ڈال دے۔

اور مفتی عبد الواجد قادری لکھتے ہیں:

ایسی آواز سے طواف کی دعائیں پڑھنا جس سے دوسرے طواف کرنے والے یا نماز پڑھنے والے کو تشویش و پریشانی ہو مکروہ ہے، اُن پیشہ وروں کی نقل اُتارنے سے بچے جو خود بھی زور زور سے دعائیں پڑھتے اور

۱۰۲۔ بہارِ شریعت، حصہ (۶) طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۴۶۸
۱۰۳۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة، فصل فی مکروهاته، ص ۱۸۳

دوسروں کو پڑھواتے ہیں۔ (۱۰۴)

اور آواز کی وہ بلندی جو دوسروں کے لئے پریشانی کا باعث ہوتی ہے اُسے اردو میں چلّا چلّا کر پڑھنا کہتے ہیں، چنانچہ علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

وہ دس باتیں ہیں جن سے طواف مکروہ ہو جاتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱۰) قرآن کی آیت یا دُعا یا درود چلّا چلّا کر پڑھے الخ (۱۰۵)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

دعا اور درود چلّا چلّا کر نہ پڑھو جیسے مطوّف پڑھایا کرتے ہیں۔ (۱۰۶)

لہٰذا دورانِ طواف دعائیں وغیرہ چلّا چلّا کر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اتنی آواز سے پڑھنا کہ خود کے ریاء سُمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، ریا و سُمعہ کا اندیشہ اس طرح ہے کہ جہراً پڑھنے کی صورت میں دوسرے اس کی اقتداء میں لگ جائیں گے تو پڑھنے والے کا ریا و سُمعہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے مُلّا علی قاری نے اسی طرح لکھا ہے۔ اسی لئے صاحبِ لُباب نے لکھا کہ دورانِ طواف ذکر اور دعاؤں میں اخفاء مستحب ہے اور اس سے مراد اتنا اخفاء ہے کہ جس سے ریا و سُمعہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ رہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی نے اس کے تحت لکھا:

لعلّه أراد بالإسرار المبالغة فی الإخفاء تبعیداً عن السُّمعة و الرّیاء (۱۰۷)

یعنی، شاید مصنّف کی آہستہ پڑھنے سے مراد آہستہ پڑھنے میں مبالغہ کرنا ہے کہ جو سُمعہ اور ریاء سے دُور ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۹ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ، ۹ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 08-F)

۱۰۴۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، طواف کے مسائل، ص ۵۳۔۵۴
۱۰۵۔ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۱۰۰
۱۰۶۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، طواف کا طریقہ اور دعائیں، ص ۴۶۸
۱۰۷۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مستحباته ص ۱۸۰

حالتِ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالتِ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ باندھنا شرعاً کیسا ہے کچھ لوگ اسے مستحب سمجھتے اور کچھ مکروہ کہتے ہیں برائے مہربانی اس مسئلہ کو ہمارے لئے واضح فرمادیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طواف کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ کُھلے رکھے نماز کی طرح ناف کے نیچے یا سینے پر ہاتھ نہ باندھے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و أما ما توهّمه بعض من لا رواية له و لا دراية من استحباب وضع اليدين كالصّلاة فهو نشاءة من غفلته عمّا تواتر من فعله ﷺ من الإرسال في الطّواف، فليس فوق أدبه ربّه أدب مستحب، و لا فوق آداب الأصحاب و أتباعهم من الأئمة الأربعة و إجماعهم، و يكفي للمستند عدم ذكره في مناسكهم (۱۰۸)

یعنی، مگر جو بعض ایسے لوگوں نے وہم کرلیا ہے جس کے پاس نہ کوئی روایت ہے اور نہ اُسے درایت ہے کہ طواف میں نماز کی طرح ہاتھ رکھنا مستحب ہے پس وہ طواف میں ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں یہ (حضور کے) متواتر (فعل) سے غفلت کی پیداوار ہے، پس آپ ﷺ کے اپنے ربّ کا ادب کرنے سے بڑھ کر کوئی ادب مستحب نہیں اور نہ اصحاب اور اُن کے اتباع ائمہ اربعہ کے ادب اور اُن کے اجماع سے بڑھ کر کوئی ادب ہے، اور مُقلّد کے لئے اُن کا اپنے مناسک میں اسے ذکر نہ کرنا کافی ہے۔

۱۰۸۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل في مستحباته ص ۱۷۷۔۱۷۸

علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی نے مُلّا علی قاری کی اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ حضور ﷺ کا متواتر فعل طواف میں ہاتھ چھوڑنا تھا چنانچہ لکھتے ہیں:

فيه أن الأحاديث ساكتة عن الوضع و الإرسال، و ما أتى بحديث فيه التّصريح بالإرسال فكيف يقول تواتراً (۱۰۹)

یعنی، احادیث ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے کے ذکر سے خاموش ہیں اور مُلّا علی قاری ایسی حدیث بھی نہیں لائے کہ جس میں ہاتھ چھوڑنے کی تصریح ہو پھر وہ تواتر کی بات کیسے کرتے ہیں؟۔

اور مُلّا علی قاری حنفی نے طواف میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

و بهذا يتبين أنه يقال: أن الوضع مكروه لأنه خلاف سنّة المأثورة (۱۱۰)

یعنی، اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ کہا جائے طواف میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنّت ماثورہ کے خلاف ہے۔

اور فقہاء کرام نے اسے تسلیم کیا ہے کہ حالتِ طواف میں ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے لیکن مُلّا علی قاری کے قول کہ ''اسے مکروہ کہا جا سکتا ہے'' کو تسلیم کرنے سے توقف کیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

فائدہ: آنچہ گمان بردہ اند بعض مردم کہ دست بستن در حالہ طواف بر ہیئت نماز مستحب است آن صحیح نیست چرا کہ ثابت نہ شدہ بستنِ دست در حالتِ طواف از حضرت سید عالم ﷺ و نہ از صحابہ و تابعین و نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم پس نباشد مستحب اصلاً آری اگر بہ نیت رعایت ادب و تعظیم و احضار قلب دست بست باکے نباشد و آنچہ شیخ علی قاری حکم بکراہۃ آن

۱۰۹۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي قاري، باب أنواع الأطوفة فصل في مُستحبّاته، ص ۱۷۷

۱۱۰۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل في مُستحبّاته ص ۱۷۹

مطلق نمودہ است محلِ نظر است واللہ تعالیٰ اعلم(۱۱۱)

یعنی، فائدہ: وہ جو بعض لوگوں نے گمان کرلیا ہے کہ طواف کی حالت میں نماز کی ہیئت میں ہاتھ باندھنا مستحب ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ طواف کی حالت میں ہاتھ باندھنا حضرت سید عالم ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ صحابہ و تابعین سے اور نہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم جمیعاً سے تو یہ اصلاً مستحب نہ ہو گا، سوائے اس کے کہ اگر ہیئت رعایتِ ادب، تعظیم و حضورِ قلبی ہاتھ باندھ لے تو حرج نہ ہوگا اور وہ جو مُلّا علی قاری نے مطلقاً کراہت کا حکم لگایا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہٰذا اختلاف سے بچنے کے لئے دورانِ طواف ہاتھ نہ باندھے اور اس پر تو اتفاق ہے کہ ہاتھ باندھنا مستحب نہیں ہے کہ استحباب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

واللّٰه تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ذو الحجة ۱۴۲۸ھ، ۱۰ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 09-F)

دورانِ طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دورانِ طواف سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف ہو جانے کا شرع شریف میں کیا ممنوع ہے یا نہیں اور اگر ممنوع ہے تو ایسا ہو جانے کی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: امان الحق بن اکرام الحق، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حالتِ طواف میں سینے یا پیٹھ کعبہ کی طرف کرنا ممنوع ہے اور اگر ہو جائے تو جتنا فاصلہ کعبۃ اللہ کو سینہ یا پیٹھ کئے ہوئے تھا اُسے دہرا لے، چنانچہ مفتی عبد الواجد قادری (مصنّف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حالتِ طواف میں سینہ یا پیٹھ کعبہ شریف کی طرف نہیں ہونا چاہئے اور اگر

۱۱۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دویم، فصل دویم، ص ۱۲۴۔ ۱۲۵

ہو جائے تو جتنا فاصلہ سینہ یا پیٹھ کئے ہوئے طے کیا ہو اس کو پھر سے دہرائے اور افضل یہ ہے کہ اس چکر کو نئے سرے سے کرلے۔(۱۱۲)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی نے اس کے خلاف طواف کیا مثلاً بائیں طرف سے شروع کیا کہ کعبہ معظّمہ طواف کرنے والے کے سیدھے ہاتھ کو رہا یا کعبہ معظّمہ کو منہ یا پیٹھ کر کے آڑا آڑا طواف کیا یا حجر اسود سے طواف شروع نہ کیا تو جب تک مکہ معظّمہ میں ہے اعادہ کرے، وہاں سے چلا گیا تو دَم واجب ہے۔(۱۱۳)

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

آنکہ گردانید بیت را بسوئی روئی خود یا بسوئی پشتِ خود می رفت بسوئی پہلوئے یمین یا یسار خود در جمیع این صُور مرتکب شد فعل حرام را و واجب باشد بروے اعادہ آن طواف و بر تقدیر عدم اعادہ لازم آید دم بروی (۱۱۴)

یعنی، یہ کہ بیت اللہ کو اپنے چہرے کی طرف رکھے یا اپنی پشت کی جانب اور (طواف میں) اپنے دائیں یا بائیں پہلو کی طرف چلے، ان تمام صورتوں میں وہ حرام فعل کا مرتکب ہوا اور اُس پر اِس طواف کا اعادہ واجب ہے اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اُس پر دَم لازم آئے گا۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ بعض لوگوں کی طواف میں عجیب حرکات کے مشاہدہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فإنه لا شك أنه يحرم عليه لاشتماله على الإقبال و الإدبار، و المشي باليمين و اليسار (۱۱۵)

۱۱۲۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، طواف کے مسائل، ص ۵۰

۱۱۳۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، طواف کے مسائل، ص ۴۶۸

۱۱۴۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دویم، فصل دویم دربیان شرائط صحت طواف، امّا واجباتِ طواف الخ، پنجم، ص ۱۱۹

۱۱۵۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل في واجبات الطّواف، ص ۱۶۹

یعنی، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پر وہ حرام ہے کیونکہ (اس کی وہ حرکت طواف میں) کعبہ کو اپنے سامنے رکھنے اور کعبہ کی طرف پشت کرنے اور دائیں بائیں چلنے پر مشتمل ہے۔

مندرجہ بالا عبارات سے ثابت ہوا دورانِ طواف کعبۃ اللہ کو سینہ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور جو فاصلہ اس حال میں طے ہوگا اُسے طواف سے شمار نہیں کیا جائے گا، لہٰذا اس کا اعادہ لازم ہوگا، اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٠دیسمبر ٢٠٠٧م (New 10-F)

عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والا اور طواف تحیۃ المسجد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے کہ عمرہ کرنے والا احرام باندھ کر آیا تو وہ کیا کرے؟ طواف تحیۃ المسجد ادا کرے پھر عمرہ کا طواف؟

(السائل:)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے طواف تحیۃ المسجد مستحب ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

السادس طواف تحیة المسجد و هو یستحب لکل من دخل المسجد (١١٦)

یعنی، چھٹا طواف، طواف تحیۃ المسجد ہے اور یہ ہر اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو۔

اور یہ استحباب اس وقت ہے جب آنے والے پر کوئی ایسا طواف نہ ہو جو اس سے قوی ہو جیسے فرض یا واجب یا سنّت، اگر آنے والے پر فرض یا واجب یا سنّت طواف ہے تو پھر اس

١١٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص١٥٩

کے حق میں الگ سے طواف تحیۃ المسجد مستحب نہیں بلکہ وہ جو بھی طواف ادا کرے گا اس سے یہ طواف ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

إلا إذا کان علیه غیره أی من الأطوفة فیقوم هو أی ذلك الغیر مقامه أی ینوب منابه، و یدخل فی ضمنه کالمعتمر أعم من أن یکون متمتّعاً أولا، فإنه یطوف طواف فرض العمرة، و یندرج فیه طواف تحیة المسجد، کما ارتفع به طواف القدوم الذی هو أقوی من طواف تحیة المسجد، و کذا إذا دخل المسجد من علیه فرض أو غیره فصلّی ذلك، فإنه قام مقام صلاة تحیة المسجد، ذلك لأن تحیة هذا المسجد الشریف بخصومه هو الطّواف إلّا إذا کان له مانع، فحینئذٍ یصلّی تحیة المسجد إن لم یکن وقت کراهیة الصّلاة (١١٧)

یعنی، (مسجد الحرام میں داخل ہونے والے کے لئے طواف تحیۃ المسجد مُستحب ہے) مگر جب اُس پر اِس کا غیر اور طواف لازم ہو تو وہ طواف تحیۃ المسجد کا غیر طواف اس (طواف تحیۃ المسجد) کے قائم مقام ہو جائے گا اور یہ اس کے ضمن میں داخل ہو جائے گا، جیسے معتمر قطع نظر اس سے کہ وہ مُتمتّع ہو یا نہ ہو تو وہ عمرہ کا فرض طواف کرے گا تو اس (طواف فرض) میں طواف تحیۃ المسجد مندرج ہو جائے گا، جیسے اس (طواف عمرہ) کی وجہ سے طواف قدوم اُٹھ جاتا ہے جو کہ طواف تحیۃ المسجد سے زیادہ قوی ہے، جیسا کہ مسجد میں ایسا شخص داخل ہو کہ جس پر فرض یا اس کی غیر کوئی نماز ہو اور وہ اُسے ادا کرے تو وہ نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے، کیونکہ خصوصاً اِس مسجد شریف کی تحیۃ طواف ہے مگر جب کہ اس کی ادائیگی سے کوئی مانع ہو تو اس وقت (مسجد الحرام آنے والا) اگر مکروہ

١١٧۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة ص١٥٩

وقت نہ ہو تو تحیۃ المسجد (نماز) پڑھے۔

لہٰذا عمرہ کا احرام باندھ کر مسجد الحرام آنے والا عمرہ کا طواف کرے گا اور اس سے طواف تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ذی الحجۃ ١٤٢٨ھ، ١٤ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 14-F)

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہونے پر کیا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف کرتے وقت کبھی کبھار طواف کے پھیرے بھول جاتے ہیں یا د نہیں رہتا کہ کتنے ہوئے ہیں جیسے شک ہو گیا کہ چھ ہوئے ہیں یا سات تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(السائل:)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: شک اگر فرض طواف یعنی طواف زیارۃ یا طواف عمرہ یا طواف واجب جیسے طواف وداع میں واقع ہوا ہو تو اعادہ کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو شكّ فی عددِ الأشواط (أی بالزیادۃ أو النّقص) فی الرّکن (أی رکن الحج) أو العمرۃ أعادہ (أی احتیاطاً) و لا یبنی علی غالب ظنّہ (١١٨)

یعنی، اگر طواف رُکن یعنی حج یا عمرہ کے طواف کے پھیروں میں زیادہ یا کم ہونے کا شک واقع ہوا تو احتیاطاً اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان پہ بنا نہ کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

تنبیہ: لو شكّ فی عددِ الأشواط فی طوافِ الرُّکنِ أعادَہُ، و لا

١١٨۔ لُباب المناسك (مع شرحہ للقاری)، باب أنواع الأطوفۃ فصل فی مسائل شتی، ص ١٨٤

یبنی علی غالبِ ظنّہِ (١١٩)

یعنی، اگر طواف رُکن کے پھیروں میں شک واقع ہوا تو اعادہ کرے اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الظاهر أن الطّواف الواجب فی حکم الرّکن لأنه فرضٌ عملیٌ (١٢٠)

یعنی، ظاہر ہے کہ طواف واجب رُکن کے حکم میں ہے کیونکہ وہ فرض عملی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

اگر شک افتاد در عددِ اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طواف زیارت و طواف عمرہ یا واجب است چنانکہ طواف وداع اعادہ کند او را از سر نو بنا نہ کند بر غالب ظن بر خلاف نماز (١٢١)

یعنی، اگر طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوا، پس اگر طواف فرض ہے جیسے طواف زیارت اور طواف عمرہ یا واجب ہے جیسے طواف وداع تو اس کا از سرِ نو اعادہ کرے، غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز کے۔

اور اعادہ سے مراد اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا یعنی شک ہو کہ چھ پھیرے ہوئے ہیں یا سات تو چھ سمجھے چنانچہ علامہ شامی کی عبارت "لو شك فی عدد الأشواط فی طواف الرّکن أعادہ الخ" کے تحت علامہ رافعی لکھتے ہیں:

أی أعاد الشّوطَ الذی شَكَّ فیہ، لیس المرادُ أن یُعیدَ الطّوافَ کلَّہ، کما مرّ یظهرُ (١٢٢)

١١٩۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٣)، کتاب (٥) الحج، مطلب فی طواف القدوم ص ٥٨٢

١٢٠۔ المسلك المتقسّط، ص ١٨٤

١٢١۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل هشتم، ص ١٥٤

١٢٢۔ تقریرات الرافعی علی رد المحتار، المجلد (٣)، کتاب الحج مطلب فی طواف القدوم ص ٥٨٢

یعنی، اعادہ کرنے سے مراد ہے کہ اس پھیرے کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا، یہ مراد نہیں ہے کہ پورے طواف کا اعادہ کرے، جیسا کہ ظاہر ہے۔

اور اگر شک فرض یا واجب طواف کے علاوہ میں واقع ہوا ہو تو اس پھیرے کا اعادہ نہ کرے بلکہ غالب گمان پر عمل کرے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ثم مفهوم المسألة أنه إذا شك في عدد أشواط غير الرُّكن لا يعيده بل يبني على غلبة ظنّه لأن أمر غير الفرض مبني على التوسّعة (۱۲۳)

یعنی، پھر مسئلہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رُکن (وغیر واجب) طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہو جائے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے کیونکہ امر غیر فرض گنجائش پر مبنی ہے۔

اسی طرح علامہ شامی نے اسے مُلّا علی قاری کے حوالے سے رد المحتار (۱۲٤) نقل کیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

و اگر طواف غیر فرض است و غیر واجب است اعادہ نکند اُو را بلکہ بنا کند بر غالب ظن خود (۱۲۵)

یعنی، اگر طواف غیر فرض ہے اور غیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے۔

اور بعض علماء کرام طواف کے پھیروں کی تعداد میں شک کے معاملے کو نماز میں تعداد رکعات میں شک واقع ہونے کی مثل قرار دیتے ہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی صیغۂ تمریض

۱۲۳۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل في مسائل شتى، ص ۱۸٤

۱۲٤۔ ردّ المحتار، المجلد (۳)، كتاب الحج، ص ۵۸۲

۱۲۵۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم فصل هشتم، ص ۱۵٤

کے ساتھ لکھتے ہیں:

قيل: إذا كان يكثر ذلك يتحرّى (۱۲٦)

یعنی، کہا گیا کہ جب شک کثرت سے ہو تو تحرّی کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

بعضے گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم او در نماز است مطلقاً اگر چہ طواف فرض باشد یا غیر او پس بر این روایت استیناف کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد و اگر بسیار باشد تحری کند و بنا کند بر غلبۂ ظن اگر داشتہ باشد و إلّا بنا کند بر اقل چنانکہ در نماز (۱۲۷)

یعنی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگر چہ طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر شک اگر پہلی بار واقع ہوا ہے تو از سرِ نَو طواف کرے گا اور اگر شک کثرت سے ہو تو غور و فکر کرے اور اگر کوئی غالب گمان ہو تو اس پر بنا کرے ورنہ کم تر پر بنا کرے جیسا کہ نماز میں۔

بہر حال پہلی روایت یا پہلا قول معتبر ہے کہ دوسرے قول کو علامہ رحمت اللہ سندھی نے ''قیل'' کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس کے ضُعف پر دال ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ''بعضے گفتہ اند'' کہہ کر نقل کیا جو اس کے معتمد نہ ہونے کی دلیل بنا جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور علامہ شامی نے ''ردالمحتار'' میں صرف پہلے قول کو ہی نقل کیا دوسرا قول ذکر نہیں کیا۔

اور پھر علماء کرام نے لکھا ہے اگر کوئی عادل شخص پھیروں کی تعداد بتادے تو شک واقع ہونے کی صورت میں مستحب ہے کہ اس کے قول پر عمل کیا جائے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو اخبره عدل بعدد يستحب أن يأخذ بقوله (۱۲۸)

۱۲٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۱۸٤

۱۲۷۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيوم در بيان طواف و انواع آن، فصل هشتم در بيان مسائل متفرقه الخ، ص ۱۵٤، ۱۵۵

۱۲۸۔ لُباب المناسك

یعنی، اگر اُسے کسی عادل شخص نے طواف کے پھیروں کی تعداد کی خبر دی تو مستحب ہے کہ اس کے قول کو لے لے۔

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی إحتیاطاً فیما فیه الاحتیاط، فیکذب نفسه لا حتمال نسیانه، و یصدّقه لأنه عدل لا غرض له فی خبره (١٢٩)

یعنی، اس معاملے میں کہ جس میں احتیاط ہے احتیاط کے طور پر اس کے قول کو لے گا اور اپنی بھول کے احتمال کی وجہ سے اپنے نفس کو جھٹلا دے گا اور اس کی تصدیق کرے گا کیونکہ خبر دینے والا عادل ہے اور خبر دینے میں اس کی (اپنی) کوئی غرض نہیں۔

اور اگر دو عادل خبر دیں تو اُن کی خبر پر عمل واجب ہے چاہے اسے پھیروں کی تعداد میں شک واقع ہوا ہو یا نہ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو أخبره عدلان وجب العمل بقولهما (١٣٠)

یعنی، اگر اسے دو عادل خبر دیں تو اُسے ان کے قول پر عمل کرنا واجب ہے۔

اس کے تحت شارح مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی إن لم یشك لأن عِلْمَین خیر من علمٍ واحدٍ، و لأن إخبارهما بمنزلة شاهدَین علی إنکاره فی فعله أو إقراره (١٣١)

یعنی، اگر چہ شک واقع نہ ہوا ہو کیونکہ دو کا علم ایک کے علم سے بہتر ہے اور اس لئے کہ دو عادلوں کا خبر دینا اس کے اپنے کام سے انکار اور اقرار پر دو گواہوں کے مرتبے میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٧ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٦ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 19-F)

١٢٩۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مسائل شتی، ص ١٨٤

١٣٠۔ لُباب المناسك

١٣١۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفة فصل فی مسائل شتی، ص ١٨٤

دورانِ طواف چپل وغیرہ پہننے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ جوتے پہن کر بعض چپل پہن کر مسجدِ حرام اور مطاف میں پھرتے ہیں اور طواف کرتے ہیں، شریعت مطہرہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عمران، الفتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی و تقدس الجواب: دورانِ طواف پاک و صاف جوتے یا موزے پہننے کو فقہاء کرام نے مُباحات میں ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی اِسے بے ادبی شمار کیا ہے جب کہ بلا عذر پہنے اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض فقہاءِ احناف نے بلا عذر مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی مُباحاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

والطّواف فی نعلٍ أو خُفٍ إذا کانا طاهرَین (١٣٢)

یعنی، چپل یا موزے میں طواف (مُباح ہے) جب کہ وہ پاک ہوں۔

اور دوسری فصل میں لکھتے ہیں:

و الطّواف متنعلاً ترك الأدب (١٣٣)

یعنی، چپل پہن کر طواف کرنا ترکِ ادب ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

لکن فی النّعلین و لو طاهرَین ترك الأدب کما ذکره فی "البدائع" (١٣٤) إلا أنه محمول علی حال علم العذر (١٣٥)

یعنی، لیکن چپل پہن کر طواف کرنا اگر چہ پاک ہوں ترکِ ادب ہے جیسا کہ اسے "بدائع الصنائع" میں ذکر کیا مگر وہ عدمِ عذر کی حالت پر محمول ہے۔

١٣٢۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مُباحاته ص ١٨١

١٣٣۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة، فصل فی مسائل شتی، ص ١٨٥

١٣٤۔ بدائع الصنائع، المجلد (١)، کتاب الحج، فصل فی شرط طواف الزیارة و واجباته ص ٧٥

١٣٥۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص ١٨١

اور اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و إلا فیکون مکروہ (١٣٦)

یعنی، اگر پاک نہ ہوں تو مکروہ ہے۔

لیکن مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے چنانچہ مکروہاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

طواف کردن با نعل چون بغیر عذر باشد چہ مکروہ است دخول مع النعل در مسجد مطلقاً اگر چہ در حالۃ غیر طواف باشد (١٣٧)

یعنی، چپل کے ساتھ طواف کرنا مکروہ ہے جب کہ بلا عذر ہو کیونکہ چپل کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا مطلقاً مکروہ ہے اگر چہ غیر طواف کی حالت میں ہو۔

مُلّا علی قاری حنفی نے ترکِ ادب کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:

أی المستفاد من قولہ تعالیٰ: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ﴾ (طٰہٰ:١٢) إلا لضرورۃ التّعب (١٣٨)

یعنی، ترکِ ادب اللہ تعالیٰ کے فرمان ''فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ'' سے مستفاد ہے مگر کسی ضرورت کی وجہ سے (ہو تو ترکِ ادب نہیں)۔

جب کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے اسی آیت کو مسجد میں مطلقاً چپل پہن کر جانے کی کراہت کی دلیل کے طور پر ذکر کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

لقولہ تعالیٰ ''فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ''(١٣٩)

یعنی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ''۔

١٣٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، ص١٨١

١٣٧۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل ششم، ص١٥٣

١٣٨۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب أنواع الأطوفۃ فصل فی مسائل شتی، ص١٨٥

١٣٩۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل ششم، ص١٥٣

مُلّا علی قاری حنفی نے اسے ترکِ ادب قرار دیتے ہوئے ''بدائع الصنائع'' کا حوالہ دیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نے کراہت کا قول ذکر کرنے کے بعد ''بدائع الصنائع'' کے حوالے سے ترکِ ادب کے قول کو بھی ذکر کیا ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قول اُن کے نزدیک راجح نہیں ہے اور کراہت کے قول کا حوالہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کذا صرّح بہ فی الفتاویٰ السراجیّۃ و غیرھا (١٤٠)

یعنی، اسی طرح ''فتاویٰ سراجیہ'' وغیرہا میں (کراہت کے قول کی) تصریح کی ہے۔

اور ''فتاویٰ سراجیہ'' کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

دخول المسجد متنعلاً مکروہ، قال اللہ تعالی: ﴿فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ﴾ (٤١)

یعنی، چپل پہن کر مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ''

بہر حال کراہت کے قول کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہے کہ جوتوں وغیرہا کی پاکی نادر ہوتی ہے جب کہ موزوں کے بارے مُلّا علی قاری نے اباحت کا قول کیا ہے اور مخدوم صاحب نے بھی ''بدائع'' کے حوالے سے اباحت کو ہی ذکر کیا ہے جب کہ پاک ہوں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٨ذی الحجۃ ١٤٢٨ھ، ١٧ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 21-F)

چھت سے طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پہلی یا

١٤٠۔ حیاۃ القلوب، فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل ششم، ص١٥٣

١٤١۔ الفتاویٰ السراجیۃ، کتاب الکراھیۃ باب المسجد، ص٧١

دوسری منزل سے طواف کرنے سے طواف ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاءِ کرام نے لکھا ہے کہ مسجد الحرام کی چھت پر سے طواف کرنا جائز ہے کیونکہ کعبہ کی فضا بھی کعبہ ہے اگر چہ مردوں کے حق میں افضل یہی کہ کعبۃ اللہ کے قریب سے طواف کریں، چنانچہ جواز کے بارے میں علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی شرائطِ صحتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و فی المسجد و لو علی سطحه (١٤٢)

یعنی، مسجد الحرام میں طواف درست ہے اگر چہ اس کی چھت پر سے ہو۔

اور مقامِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

و لو علی سطح المسجد و لو مرتفعاً عن البیت (١٤٣)

یعنی، طواف اگر چہ مسجد کی چھت سے ہو اگر چہ چھت بیت اللہ سے بلند ہو جائز ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی من جُدْرانه کما صرّح به صاحب الغایة (١٤٤)

یعنی، بیت اللہ شریف کی دیواروں سے بلند ہو جیسا کہ صاحب غایۃ البیان نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

ہمچنیں جائز است کہ طواف کند بالائی سطح مسجد اگر چہ مرتفع باشد از کعبہ معظّمہ (١٤٥)

١٤٢ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی شرائط صحة الطواف، ص ١٦٠

١٤٣ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، فصل فی مکان الطواف، ص ١٦٥

١٤٤ـ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مکان الطواف، ص ١٦٥

١٤٥ـ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب دویم در ذکر صفت دخول مکه معظمه فصل دویم در بیان شرائط صحتِ طواف، ص ١١٦

یعنی، اسی طرح جائز ہے کہ مسجد کے اوپر چھت سے طواف کرے اگر چہ چھت کعبہ معظّمہ سے بلند ہو۔

اور کعبہ کی فضا بھی کعبہ ہے کیونکہ کعبہ اُس خطۂ ارض کا نام ہے یہاں تک کہ معاذ اللہ کعبہ اگر منہدم ہو جائے تو اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے سے نماز جائز ہو جاتی ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن حقیقة البیت هو الفضاء الشامل لما فوق البناء من الهویٰ، و لهذا صحت الصّلاة فوق جبل أبی قبیس إجماعاً حتی لو انهدم البیت نعوذ بالله جاز الصّلاة إلی البقعة (١٤٦)

یعنی، کیونکہ بیت اللہ شریف کی حقیقت وہ فضاء ہے جو کعبہ معظّمہ کی عمارت کے اوپر فضاء کو شامل ہے، اسی لئے جبل ابی قبیس کے اوپر بالاجماع نماز جائز ہے یہاں تک کہ نعوذ باللہ کعبہ معظّمہ منہدم ہو جائے تو اس بقعہ مقدسہ کی طرف نماز جائز ہے۔

اور مردوں کے حق میں کعبہ معظّمہ کا قُرب اور عورتوں کے لئے بُعد مستحب ہونے کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و أن یکون طوافه قریباً من البیت و للمرأة البُعد (١٤٧)

یعنی، مرد کے لئے طواف میں بیت اللہ کے قریب ہونا اور عورت کے لئے دُور رہنا مستحب ہے۔

واللّٰه تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ١٣ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٢ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 26-F)

١٤٦ـ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مکان الطواف، ص ١٦٥

١٤٧ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی مستحبّاته ص ١٧٧

طوافِ کعبہ اور بے پردگی یا سترِ عورت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سی عورتیں طواف میں بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں، کچھ عورتوں کا لباس انتہائی باریک ہوتا ہے کہ رنگت جھلکتی ہے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے کچھ کا چُست کہ اعضا کی ساخت واضح ہوتی ہے، بعض کے کچھ بال ظاہر، بعض کی کلائیاں وغیرہ ظاہر، بعض بلا احرام چہرہ کھول کر مردوں میں چلتی ہیں، اس سے ان کا طواف پر کیا اثر پڑتا ہے اور اس معاملے میں ان عورتوں کے شوہروں یا وارثوں کی کیا ذمہ داری ہے؟

(السائل: شکیل، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: طواف میں سترِ عورت واجب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی (جو دسویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے) لکھتے ہیں:

الثالث (أی من الواجبات) ستر العورۃ (۱۴۸)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے تیسرا واجب سترِ عورت ہے۔

اور اپنی دوسری کتاب "مناسکِ کبیر" میں لکھتے ہیں:

و أمّا السّتر فإن وجوبه لأجل الطّواف أخذ من قوله ﷺ: "ألَا لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ هٰذَا الْعَامِ مُشْرِكٌ وَ لَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ" فبسبب الكشف يتمكن نقصان فی الطواف (۱۴۹)

یعنی، مگر ستر (عورت) تو اس کا وجوب طواف کے لئے نبی ﷺ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے کہ "سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج نہ کرے اور کوئی ننگا بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے" پس ستر کے کُھلے

۱۴۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی واجبات الطّواف، ص ۱۶۸

۱۴۹۔ مجامع المناسك ونفع الناسك، باب أنواع الأطوفة فصل فی واجبات الطواف، ص ۱۲۵

ہونے سے طواف میں نقصان آئے گا۔

سترِ عورت بنفسِ خود فرض ہے مگر طواف میں واجب ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دوئم از واجبات ستر عورت است در حق طواف اگر چہ ستر عورت بنفس خود فرض است (۱۵۰)

یعنی، طواف کے واجبات میں سے دوسرا واجب ستر عورت ہے اگر چہ سترِ عورت بنفسِ خود فرض ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فائدۃ عدِّہٖ واجباً هنا مع أنّه فرضٌ مطلقاً لزومُ الدَّمِ به (۱۵۱)

یعنی، سترِ عورت کو یہاں واجب شمار کرنے کا فائدہ باوجود اس کے مطلقاً فرض ہونے کے اِس سے دم کا لزوم ہے۔

ستر سے مراد: بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے، مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت یعنی اس کا چُھپانا فرض ہے ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں بحوالہ "درمختار" و "ردالمحتار"۔ آزاد عورتوں کے سارا بدن عورت ہے سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں ان کا چُھپانا بھی فرض ہے۔(۱۵۲)

اور اگر ستر کے اتنے کُھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جو نماز میں جائز نہیں یعنی جس کے ساتھ نماز جائز نہیں ہوتی دم واجب ہو جائے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۱۵۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل دویم ص ۱۱۸

۱۵۱۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب الحج مطلب فی فروض الحجّ و واجباته تحت قوله: و ستر العورۃ فیه ص ۵۴۰

۱۵۲۔ بہارِ شریعت، حصہ سوم، نماز کی شرطوں کا بیان، ص ۱۷۶۔۱۷۷

فلو طاف مکشوفاً وجب الدم و قال شارحه أی قدر ما لا

تجوز الصلاۃ معه (۱۵۳)

یعنی، اگر اتنے کُھلے ہوئے حصے کے ساتھ طواف کیا کہ جس کے ساتھ

نماز جائز نہیں تو دَم واجب ہوگیا۔

اور وہ حصہ کہ جس کے کُھلے ہونے سے نماز نہیں ہوتی اور طواف میں دَم لازم آتا ہے ہر عضو کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر چند جگہ سے کُھلا ہو تو اُسے جمع کر کے دیکھا جائے گا اگر کم از کم اس عضو کا چوتھائی حصہ بنتا ہے تو اس سے نہ نماز جائز ہوگی اور طواف میں دَم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و المانع کشف رُبع العضو فما زاد کما فی الصّلاۃ و إن

انکشف أقلّ من الرّبع لا یمنع و یجمع المتفرّق (۱۵٤)

یعنی، وہ مقدار جو مانع ہے وہ عضو کے چوتھائی حصہ یا زیادہ کا کُھلا ہونا ہے جیسا کہ نماز میں اور اگر چوتھائی عضو سے کم کُھلا تو مانع نہیں اور متفرق جمع کیا جائے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

طواف کرتے وقت ستر چُھپا ہونا (واجب ہے) یعنی اگر ایک عضو کی چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ کُھلا رہا تو دَم واجب ہوگا اور چند جگہ کُھلا رہا جمع کریں گے، غرض نماز میں ستر کُھلنے سے جہاں نماز فاسد ہوتی ہے یہاں دَم واجب ہوگا۔(۱۵۵)

اور اگر چند اعضاء تھوڑے تھوڑے کُھلے ہوں اور کوئی بھی اس عضو کا چوتھائی نہ ہو تو سب کے مجموعے کو دیکھا جائے کہ کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ بنتا ہے تو اس سے بھی دَم واجب ہوگا،

۱۵۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص۱٦۸

۱۵٤۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب أنواع الأطوفة فصل فی واجبات الطواف، ص۱٦۸

۱۵۵۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، طواف کے واجبات، ص۴۳۳

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

چون منکشف قدرے از اعضاء متعددہ از ہر یکے کمتر از رُبع جمع کردہ شود آن ہمہ را چنانکہ در نماز (۱۵٦)

یعنی، اگر چند اعضاء ننگے ہوں مگر ہر ایک چوتھائی سے کم ہو تو سب کو مِلا کر دیکھا جائے گا جیسا کہ نماز میں (کہ مجموعہ چوتھائی عضو ہے تو وہی حکم ہوگا جو ایک عضو کے چوتھائی حصہ کے ننگے ہونے کا ہے)۔

اور کشفِ عضو کسی عذرِ صحیح کی وجہ سے ہو تو دَم لازم نہ ہوگا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

مگر آنکہ بعُذر کردہ باشد (۱۵۷)

یعنی، مگر کسی عذر کی بنا پر ایسا ہوا تو دَم واجب نہ ہوگا۔

اور طواف اگر فرض یا واجب ہے تو کشفِ عورت میں وہی حکم ہے جو بیان ہوا یعنی دَم واجب ہے اور اگر طواف سنّت یا نفل ہے تو صدقہ ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی مصنّف کی عبارت ''دم واجب ہے'' کے تحت لکھتے ہیں:

هذا فی الطوافِ الواجب، و إلاّ تجبُ الصدقة (۱۵۸)

یعنی، یہ (دم کا) حکم طواف واجب میں ہے ورنہ صدقہ واجب ہوگا۔

اور اعادہ کر لینے کی صورت میں دَم ہو یا صدقہ ساقط ہو جائیں گے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں مذکور عبارات فقہاء سے واضح ہے اور اسی لئے بعض نے پہلے إعادہ کا حکم لکھا ہے اور إعادہ نہ کرنے کی صورت میں دَم کا وجوب لکھا ہے جیسا کہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر طواف کرد و حال آنکہ رُبع عضو از عورات او مکشوف بود واجب باشد اعادۂ آن طواف مع الستر و اگر اعادہ نکرد دَم لازم گردد مگر آنکہ بعذر کردہ

۱۵٦۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم فصل دویم ص۱۱۸

۱۵۷۔ حیاۃ القلوب، ص۱۱۸

۱۵۸۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب (٥) الحج، مطلب فی فروض الحج و واجباته، تتمّه ص٥٤١

باشد(۱۰۹)

یعنی، اگر کسی نے اس حال میں طواف کیا اس حال میں کہ اس کے عضو کا
چوتھائی حصہ کُھلا ہوا تھا تو اس طواف کا ستر کے ساتھ اِعادہ واجب ہے
اگر نہ لوٹائے گا تو دَم واجب ہو گا مگر یہ کہ کسی عذر کی بنا پر ہو تو (دَم
واجب نہ ہو گا)۔

حاصل کلام

یہ ہے کہ مرد و عورت کے وہ اعضاء کہ جن کا نماز میں چُھپا ہونا فرض ہے حالتِ طواف میں اُن کا چھپا ہونا واجب ہے اور حالتِ طواف میں اُن میں سے کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ اگر کُھلا ہو گا یا متعدّد اعضاء کا تھوڑا تھوڑا حصہ کُھلا ہو، اور سب کو جمع کیا جائے تو ایک عضو کا چوتھائی ہو جائے، تو اس صورت میں طواف فرض یا واجب ہو یا نفل بہر صورت اِعادہ واجب ہے اور اِعادہ نہ کرنے کی صورت میں فرض، واجب میں دَم اور ان کے غیر میں صدقہ لازم ہو گا، اور تمام صورتوں میں توبہ بھی لازم ہو گی اور اگر کسی ایسے عذر کی بنا پر ہو جو عذر شرع میں مقبول ہو تو نہ دَم و صدقہ لازم ہے اور نہ گناہ۔

ستر کے اعضائے عورت

صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں: مرد کے اعضائے عورت نو (۹) ہیں علامہ ابراہیم حلبی و علامہ شامی و علامہ طحطاوی وغیرہم نے گنے ہے: ذکر (آلہ تناسل) مع سب اجزاء، حشفہ، قصبہ و قلفہ کے اُنثیین یہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں ان میں فقط ایک کی چوتھائی کُھلنا مُفسدِ نماز نہیں، دُبُر یعنی پاخانہ کا مقام ہر ایک سُرین جُدا عورت ہے، ہر ران جُدا عورت ہے، چڑھے سے گھٹنے تک ران ہے گھٹنا بھی اس میں داخل ہے الگ عضو نہیں تو اگر پورا گھٹنا بلکہ دونوں کُھل جائیں تو نماز ہو جائے گی کہ دونوں مل کر ایک ران کی چوتھائی کو نہیں پہنچے، ناف کے نیچے سے عُضوِ تناسل کی جڑ تک اور اس کی سیدھ میں پُشت اور دونوں کروٹوں کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے،

۱۰۹۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۱۸

اعلیٰ حضرت مجدِّدِ مأتہ حاضرہ نے یہ تحقیق فرمائی ہے کہ دُبُر و اُنثیین کے درمیان کی جگہ ایک مستقل عورت ہے اور ان اعضاء کا شمار اور ان کے تمام احکام کو ان چار شعروں میں جمع فرمایا۔

ستر عورت بمرد نہ عضو است
از تہ ناف تا تہِ زانو!
ہر چہ رُبعش بقدر رُکن کشود
باکشودی دمے نماز مجو
ذَکر و اُنثیین و حلقہ پس
دو سرین ہر فخذ بہ زانوئے او
ظاہر افضل اُنثیین و دُبُر
باقی زیر ناف از ہر سو

آزاد عورت کے اعضاء عورت

آزاد عورتوں کے لئے باستثناء پانچ عُضو کے جن کا بیان گزرا سارا بدن عورت ہے (وہ پانچ جو کہ مستثنٰی ہیں منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پاؤں کے تلوے ہیں) اور وہ تیس اعضاء پر مشتمل کہ اُن میں سے جس کی چوتھائی کُھل جائے نماز کا وہی حکم ہے جو اوپر بیان ہوا سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی جتنی جگہ پر بال جمتے ہیں بال جو لٹکتے ہوں دونوں کان گردن اس میں گلا بھی داخل ہے دونوں شانے دونوں بازو اِن میں کہنیاں بھی داخل ہیں دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے بعد گٹوں کے نیچے تک، سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی حد زیریں تک دونوں ہاتھوں کی پشت، دونوں پستانیں جب کہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں اگر بالکل نہ اُٹھی ہوں یا خفیف ابھری ہوں کہ سینہ سے جُدا عضو کی ہیأت نہ پیدا ہوئی ہو تو سینہ کی تابع ہیں جُدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں بھی ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جُدا عضو نہیں پیٹ یعنی سینہ کی تابع ہیں جُدا عضو نہیں اور پہلی صورت میں ان کے درمیان کی جگہ سینہ ہی میں داخل ہے جُدا عضو نہیں پیٹ یعنی

سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں تک یعنی ناف کا بھی پیٹ میں شمار ہے، پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینہ کے مقابل سے کمر تک دونوں شانوں کے بیچ میں جو جگہ بغل کے نیچے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینہ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کمر تک جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں داخل ہے دونوں سُرین فَرج و دُبر دونوں رانیں گھٹنے بھی انہیں میں شامل ہیں ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور ان کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عورت ہے، دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت دونوں تلوے اور بعض علماء نے دست اور تلووں کو عورت میں داخل نہیں کیا۔(١٦٠)

عورت کا چہرہ

عورت کا چہرہ اگر چہ عورت نہیں مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے، یونہی اس کی طرف منہ کرنا غیر محرم کے لئے جائز نہیں اور چھونا تو اور زیادہ منع ہے بحوالہ ''درمختار'' (١٦١)

باریک کپڑوں کا حکم

اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لئے کافی نہیں اس سے نماز پڑھی نہ ہوئی بحوالہ ''عالمگیری''۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہوگی (رضا) بعض عورتیں باریک ساڑھیاں اور بعض مرد تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے اُن کی نمازیں نہیں ہوتیں۔(١٦٢)

چُست لباس کا حکم

دبیز کپڑا جس سے بدن کا رنگ نہ چمکتا ہو مگر بدن سے بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر اس عضو کی طرف

١٦٠۔ بہار شریعت، حصہ سوم، نماز کی شرطوں کا بیان، ص ١٧٨۔١٧٩

١٦١۔ بہار شریعت:١/٣/١٧٩

١٦٢۔ بہار شریعت:١/٣/١٧٩

دوسرے کو نگاہ کرنا جائز نہیں بحوالہ ''ردالمحتار'' اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے اور عورتوں کے لئے بدرجۂ اَولیٰ ممانعت، بعض عورتیں بہت چُست جامے پہنتی ہیں اس مسئلہ سے سبق لیں۔(١٦٣)

اور جس کپڑے سے ستر عورت نہ ہوسکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔(١٦٤)

باریک و چُست لباس کی ممانعت کی دلیل

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

كَمْ مِنْ كَاسِيَاتٍ عَارِيَاتٌ (١٦٥)

یعنی، کتنی کپڑے پہننے والیاں ننگیاں ہوں گی۔

عورتوں کو اس حدیث شریف پر غور کرنا چاہئے کہ نبی ﷺ نے ان باریک اور چُست لباس پہننے والی عورتوں کو ننگی فرمایا گویا کہ انہوں نے لباس ہی نہیں پہنا ہوا اگر چہ بظاہر ان کے جسم پر لباس ہے۔

١٦٣۔ بہار شریعت:١/٣/١٧٩

١٦٤۔ بہار شریعت:١/٣/١٧٩

١٦٥۔ امام مسلم نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ: رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَ إِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا" (صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزّینۃ، باب النساء الکاسِیَاتِ العاریات الخ، برقم:٢١٢٨، ص ٨٤٦، و کتاب الجنّۃ و صفۃ نعیمها الخ، باب النّار یدخلها الجبّارون الخ، برقم:٢١٢٨، ص١٠٩٥)

یعنی، جہنمیوں کی دو ایسی قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں، دوسری وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگیاں ہوں گی، وہ راہِ حق سے ہٹانے والی اور خود بھی ہٹی ہوئی ہوں گی، اُن کے سر بختی اونٹوں کی کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی اور جنت کی خوشبو اتنی مسافت سے آتی ہے۔

امام نووی شافعی فرماتے ہیں یہ حدیث نبی ﷺ کے معجزات میں سے ہے، کیونکہ یہ دونوں قسمیں اب موجود ہو گئی ہیں اس میں اُن دونوں قسموں کی مذمت ہے۔(شرح صحیح مسلم للنووی، ٧/ ١٤/ ٩٢)

بہر حال جس بے ستری سے نماز فاسد ہو جاتی ہے وہ بے ستری طواف میں مکروہ تحریمی ہوگی، یعنی جو ستر پوشی نماز میں فرض ہے وہی طواف میں واجب اور سابقہ صفحات میں مرد اور عورت کے اعضاءِ ستر تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں سے دیکھ کر حکم معلوم کیا جا سکتا ہے اور باریک لباس جس کی تفصیل پہلے گزری وہ اگر بظاہر کسی عضو کو ڈھکے ہوئے ہے لیکن حقیقت میں وہ عضو ننگا ہے یعنی نماز میں وہ عضو ننگا شمار ہوگا جس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور طواف میں اس سے واجب کا (یعنی ستر عورت) ترک ہوگا اور چُست لباس کہ جس کا ذکر پہلے کیا گیا اگرچہ اس سے نماز کا فرض اور طواف کا واجب ادا ہو جائے گا جب کہ موٹا ہو مگر ممنوع ہے دوسروں کو تشویش میں ڈالنے اور گناہ میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

عورتوں کی بے باکی

مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اپنے دَور میں دورانِ طواف عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> و من المنكر الفاحش ما يفعله الآن نسوة بمكة فی تلك البقعة من الاختلاط بالرّجال و مزاحمتهنّ لهم فی تلك الحالة مع تزيُّنهنّ بأنواع الزّينة، و استعمالهنّ ما يفوح منه الرّوائح العطر فيشوّش بذلك علی متورّعی الطّائفين، و يستجلبن بسببه نظر الباقين، و ربما طاف بعضهنّ بكشف شيء من اعضائهنّ لاسيما من أيديهنّ و أرجلهنّ، و قد تقع مماستهنّ فتنتقض الطّهارة عند الشّافعية و تنعلم صحة طوافهنّ وطواف من مسهنّ (۱٦٦)
>
> یعنی، مُنکراتِ فاحشہ میں سے ہے جو اَب عورتیں مکہ معظّمہ میں کرتی ہیں اس مبارک خطے میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور اس حال میں مختلف قسم

۱٦٦۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة فصل فی مسائل شتی، ص۱۸۷

> کی زینتوں سے مُزیّن ہو کر اُن کے مردوں کے ساتھ بھیڑ اور اُن کا ایسی خوشبوئیں استعمال کرنا کہ جن کی خوشبو اُٹھتی ہو پس وہ اس سے پرہیز گار طواف کرنے والوں پر تشویش کا سبب بنتی ہیں، اور باقیوں کی نظریں اپنی طرف متوجہ کراتی ہیں، بسا اوقات بعض اعضاء کے ننگے ہونے کے ساتھ طواف کرتی ہیں خاص طور پر ان کی کلائیاں اور پاؤں اور کبھی ننگے ہاتھ پاؤں دوسروں سے مَس ہوتے ہیں کہ جس سے شافعی حضرات کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان کا اپنا طواف اور جسے وہ لگیں سب کے طواف کا صحیح ہونا مُعدم ہو جاتا ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ اپنے دَور میں دَورانِ سعی عورتوں کی بے باکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> بعض عورتوں کو میں نے دیکھا کہ بے باکی سے سعی کرتی ہیں کہ ان کا کلائیاں اور گلا کُھلا رہتا ہے اور یہ خیال نہیں کہ مکہ معظّمہ میں معصیت کرنا نہایت سخت بات ہے کہ یہاں جس طرح ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے یوہیں ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر بلکہ یہاں تو یہاں کعبہ معظّمہ کے سامنے بھی وہ اسی حالت سے رہتی ہیں بلکہ اسی حالت میں طواف کرتے دیکھا حالانکہ طواف میں ستر کا چُھپانا علاوہ اس فرض دائمی کے واجب بھی ہے تو ایک فرض دوسرے واجب کے ترک سے دو گناہ کئے وہ بھی کہاں بیت اللہ کے سامنے اور خاص طواف کی حالت میں، بلکہ بعض عورتیں طواف کرنے میں خصوصاً حجر اسود کو بوسہ دینے میں مردوں میں گُھس جاتی ہیں اور اُن کا بدن مردوں کے بدن سے مَس کرتا رہتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ پرواہ نہیں حالانکہ طواف یا بوسہ حجر اسود ثواب کے لئے کیا جاتا ہے مگر وہ عورتیں ثواب کے بدلے گناہ مول لیتی ہیں، لہٰذا اِن اُمور

کی طرف حجاج کوخصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہئے اوران کے ساتھ
عورتیں ہوں انہیں بتاکیدایسی حرکات سے منع کرنا چاہئے۔(۱۶۷)

مُلّا علی قاری اورصدر الشریعہ علیہما الرحمہ نے اپنے اپنے دَور کی بات کی، جن عورتوں کو انہوں نے دیکھا وہ بے باکی، بے پردگی، بے حیائی، بے حسی، نافرمانی میں آج کی عورت سے ہزار ہادرجے مذکورہ اُمور میں کم تھیں، وہ اُس دَور کی بات کرتے ہیں جب چادر، چاردیواری کا تصوّر موجود تھا آج یہ تصوّر مُعْتقا ہو چکا ہے۔اُس دَور میں عورتوں کی اکثریت باپردہ تھی آج اکثر مردوں کی عقل باپردہ ہے، اُس دَور میں بے پردگی و بے حیائی عیب سمجھی جاتی تھی اور آج پردہ و حیاء عیب تصوّر کئے جانے لگے ہیں الامان والحفیظ اس وقت مرد حاکم تھے اب ان کی اکثریت محکوم، لہٰذا اس وقت کا مرد غیرت مند تھا آج غیرت اقل قلیل ہوتی جارہی ہے، اس وقت بے حیائی وفحاشی کوفروغ دینے کے لئے پرنٹ والیکٹرانک میڈیا موجود نہ تھا، آج ملکی وغیر ملکی میڈیا ان کے فروغ میں دن رات کوشاں ہے، اس دَور میں عورت اپنے شوہر کی فرمانبردار تھی آج اکثریت نافرمان، اس دَور میں شوہر کی فرمانبرداری عورت کا فخر تھی، آج نافرمانی باعثِ افتخار، وغیر ذالک

تو اتنے بڑے فرق اوراتنی عظیم تبدیلی کے بعد یہ اندازہ لگانا کہ آج کیا حالت ہوگی یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے، جب گناہ ثواب سمجھ کر، نافرمانی طاعت سمجھ کر کئے جانے لگیں تو بات ہی ختم ہوجاتی ہے۔

مردوں کی ذمہ داری

جوعورتیں ممنوعاتِ شرعیہ کا دیدہ دانستہ ارتکاب کرتی ہیں اُن کے وارث یا شوہر اگر انہیں اس سے منع نہیں کرتے یا اس پر راضی ہیں تو وہ بھی اُن کی طرح سخت گنہگار ہوں گے کیونکہ اُن کی عورتیں اُن کی رعیت ہیں اور قیامت میں ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا اور پھر گناہ پر رضا بھی گناہ ہے۔لہٰذا مردوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو گناہ سے روکیں ورنہ بھی ان عورتوں کی طرح آخرت میں عذاب خداوندی میں گرفتار ہوں گے۔

۱۶۷۔ بہارشریعت حصہ ششم، صفاومروہ کی سعی، ص۱۴۷۳ء۴۷۴

اللہ تعالیٰ ہمارے مردوں اورعورتوں کو ہدایت عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ١٦ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٥دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 31-F)

سعی کے چکروں میں تفریق کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں اور میری بیوی عمرہ ادا کر رہے تھے ہم نے طواف کرلیا سعی شروع کی سخت بھیڑ کی وجہ سے ہم نے صرف تین چکر بمشکل کئے اور اسے پورا کرنا ہمارے بس میں نہ رہا لہٰذا ہم دونوں باہر نکل گئے دوسرے دن آ کر ہم نے باقی کے چار چکر سعی کی اور حلق وتقصیر کروایا۔تو اس صورت میں ہم پر کوئی دَم وغیرہ تو لازم نہیں ہوا؟

(السائل: ایک حاجی از لبیک ٹورز، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: سعی کے چکروں کا تسلسل قائم رکھنا مسنون ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی سعی کی سنّتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

و الموالاة بين أشواطه (١٦٨)

یعنی، سعی کے چکروں کے مابین موالات مسنون ہے۔

جب کہ انہی کی دوسری کتاب میں ہے کہ مستحب ہے جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ ذکر کرتے ہیں:

هذا مخالف بظاهر لما قاله في "الكبير" (١٦٩): و الموالات ليست بشرط بل هي مستحبة، فلو فرق السعي تفريقاً كثيراً

١٦٨۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب السعي بين الصفا و المروة، فصل في سُنَنه، ص١٩٧

١٦٩۔ مجامع المناسك، باب السعي بين الصفا و المروة، فصل في شرائط صحة السعي، ص١٣٩۔ ١٤٠، في الطبعة المحمودية، و مطبوعة بافغانستان، ص٢٠٨

كأن سعى كل يوم شوطاً أو أقل لم يبطل سعيه، و يستحب أن يستأنف يعني إن فعله بغير عذر، ثم الظاهر أن الموالاة بين أجزاء شوط السعي أيضاً مستحبة (۱۷۰)

یعنی، یہ بظاہر اس کے مخالف ہے جو (مصنفِ لُباب علامہ رحمت اللہ سندھی نے) ''کبیر'' میں فرمایا (علامہ رحمت اللہ سندھی نے مناسک میں تین کتابیں تحریر فرمائیں ان میں سے ایک ''منسک صغیر'' ہے دوسری وہ جس کی شرح مُلّا علی قاری اور دیگر علماءِ احناف نے فرمائی اور تیسری ''کبیر'' ہے جس کے قسطنطنیہ (۱۲۸۹ھ) اور افغانستان میں چھپے ہوئے دو نسخے ہماری لائبریری میں موجود ہیں چنانچہ کبیر میں فرمایا) سعی کے چکروں میں تسلسل شرط نہیں بلکہ مستحب ہے، پس اگر سعی کے چکروں میں تفریق کثیر کی جیسے ہر روز ایک چکر سعی کی یا ہر روز ایک چکر سے کم سعی کی (اور اس طرح سعی کے سات چکر مکمل کیے تو) اس کی سعی باطل نہ ہوگی اور (ایسی صورت میں) مستحب ہے کہ اگر بلاعذر ایسا کیا تو سعی ازسرِ نو کرے، پھر ظاہر ہے کہ سعی کے ایک چکر کے اجزاء میں بھی تسلسل مستحب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دویم موالاۃ میان اشواطِ سعی و میان اجزاء اشواط آن، پس اگر تفریق کرد سعی را چنانکہ سعی کرد ہر روزے یک شوط یا کمتر ازان باطل نگردد سعی، و مستحب باشد استیناف سعی اگر بغیر عذر کردہ باشد (۱۷۱)

یعنی، سعی کی دوسری سنّت سعی کے چکروں میں موالات اور اس کے چکروں میں سے ہر چکر کے اجزاء میں موالات (یعنی ان میں تسلسل)

۱۷۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب السعی بین الصفا و المروۃ، فصل فی سُننه ص ۱۹۷۔۱۹۸

۱۷۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چهارم در بیان سعی بین الصفا و المروۃ، فصل اول، اما سُنن السعی، ص ۱۵۹

ہے پس اگر سعی میں تفریق کی جیسے ہر روز ایک چکر یا اس سے کم کیا تو سعی باطل نہ ہوگی اور مستحب ہے کہ اگر ایسا بغیر کسی عذر کیا ہو تو سعی ازسرِ نو کرے۔

علامہ رحمت اللہ سندھی نے ''کبیر'' میں موالات بین السعی کو مستحب لکھا ہے اس کے بارے میں مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و مع هذا في إعادة السّعي المؤدّى بترك الاستحباب محل نظر إذا السعي ليس عبادة مستقلّة، و كذا لم يعد تكراره طاعة بخلاف الصّلاة و الطّواف و نحوهما (۱۷۲)

یعنی، اس کے باوجود اس سعی کا اعادہ جو ترکِ استحباب کے ساتھ ادا کی گئی محلِ نظر ہے، کیونکہ سعی عبادتِ مستقلّہ نہیں ہے اسی وجہ سے اس کا تکرار طاعت نہیں برخلاف نماز و طواف وغیرہما کے۔

لہٰذا صحیح یہی ہے کہ سعی کے چکروں اور ہر چکر کے اجزاء میں تسلسل سنّت ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے ''لُباب المناسک'' میں اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے ''حیاۃ القلوب'' میں لکھا ہے۔

اور صورتِ مسئولہ میں سعی درست ہوگئی اور کوئی جزاء بھی لازم نہیں ہے ہاں اگر سعی کے چکروں میں تفریق بلاعذر واقع ہوئی تھی تو مستحب تھا کہ اُس کا اعادہ کرتے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ٤ ذوالحجۃ ۱٤۲۸ھ، ۱۳ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 13-F)

قارن اگر عمرہ کی سعی نہ کر سکے تو اس کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہم میاں بیوی نے کراچی سے قِران کا احرام باندھا اور آٹھ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے جب کہ حاجی منیٰ روانہ

۱۷۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب السعی، فصل فی سُننه ص ۱۹۸

ہو چکے تھے ہم نے صرف عمرہ کا طواف کیا اور سعی کئے بغیر منیٰ روانہ ہو گئے ہم نے طوافِ قُدوم بھی نہ کیا اس طرح نو تاریخ کو وقوفِ عرفات کیا اور دس کو مزدلفہ سے منیٰ آئے رمی کے بعد قربانی کی اور حلق و تقصیر کے ذریعے احرام سے فارغ ہو گئے پھر طوافِ زیارت کیا اور حج کی سعی کی۔ اس صورت میں ہمارا حج قِران واقع ہوا یا نہیں اور عمرہ کی سعی نہ کرنے پر ہم پر کیا لازم ہوگا؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(السائل: محمد ابراہیم، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں قِران باطل نہ ہوا کیونکہ صحتِ قِران کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ وقوفِ عرفات سے قبل عمرہ کا کُل یا اکثر طواف کر لے اور وہ انہوں نے کر لیا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا:

الثالثُ: أنْ يطوفَ العمرة كلَّهُ أو أكثرَهُ قبل الوقوف بعرفةَ (١٧٣)

یعنی، صحتِ قِران کی تیسری شرط یہ ہے کہ قارن وقوفِ عرفہ کے وقت (یعنی نو تاریخ کو زوال کے وقت) میں وقوف کرنے سے قبل عمرہ کا مکمل یا اکثر (یعنی کم از کم چار چکر) طواف کر لے۔

اس لئے وہ قارن ہی رہے چنانچہ مسئولہ صورت کے بارے میں مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فبقي قارناً (١٧٤)

یعنی، پس وہ قارن باقی رہا۔

١٧٣ ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص ٢٨٥

أيضاً مجامع المناسك، باب القران، فصل فی شرائط صحة القران، ص ٢٠٥، مطبوعة: المطبعة المحمودية بالقسطنطنية ١٢٨٩ھ، ص ٣٠٧، مطبوعة: افغانستان

أيضاً رد المحتار على الدر المختار، المجلد (٣)، كتاب (٥) الحج، باب (١) القران، ص ٦٣٣

١٧٤ ـ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص ٢٨٥

اور اسی صورت کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو طاف لها أربعة أشواط لم يصر رافضاً بالوقوف لأنه أتى بالأكثر و بقي قارناً (١٧٥)

اور علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو أتي ......لم تَبطُل ملخصاً (١٧٦)

یعنی، پس اگر وہ (وقوفِ عرفہ سے قبل صرف طواف پورا یا اکثر چکر کر لیتا ہے تو) قِران باطل نہیں ہوتا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ عمرہ کے بقیہ افعال جیسے طوافِ عمرہ کے کم چکر اور سعی کب ادا کرے تو فقہاءِ کرام نے لکھا ہے کہ انہیں دس ذوالحجہ کو پورا کر لے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی طوافِ عمرہ کے کم چکروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

و عليه أن يتمّ بقية الطّواف يوم النّحر (١٧٧)

یعنی، اُن کو یومِ نحر (یعنی دس ذوالحجہ) میں پورا کرے۔

اور یہ بات کہ دس ذوالحجہ کو پہلے عمرہ کے باقی افعال ادا کرے یا طوافِ زیارت کرے تو وہ پہلے افعالِ عمرہ مکمل کرے اس لئے کہ وہ ذمّے ہیں پہلے واجب ہو چکے ہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی (١٧٨) طوافِ عمرہ کے رہے ہوئے کم پھیروں کے بارے میں لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (١٧٩) متوفی ۱۲۵۲ھ نے نقل کیا:

و أتمّ الباقي قبل طواف الزّيارة

یعنی، اور باقی کو طوافِ زیارت سے قبل پورا کر لے۔

١٧٥ ـ مجامع المناسك و نفع النّاسك، ص ٢٠٥، المحمودية ص ٣٠٨

١٧٦ ـ الدر المختار: ٣/ ٦٣٩

١٧٧ ـ مجامع المناسك ص فی نسخة أخرى، ص ٣٠٨

١٧٨ ـ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ٢٨٥

١٧٩ ـ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحج، باب القران، تحت قوله و يتمّها يومَ النّحر، ٣/ ٦٣٩

اس حکم کی وجہ بیان کرتے ہوئے شارح مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

لاستحقاقها في الذّمة قبله

یعنی، کیونکہ طوافِ عمرہ کے باقی پھیرے ذمے میں طوافِ زیارت قبل واجب ہو چکے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ طوافِ زیارت فرض ہے اور طوافِ عمرہ کے باقی کم پھیرے واجب چنانچہ لکھتے ہیں:

و لو كان الباقي من الأشواط واجباً، وهو دون الأقوى من طواف ركن الحجّ (١٨٠)

یعنی، اگرچہ طوافِ عمرہ کے باقی کم چکر واجب ہیں اور وہ حج کے رُکن طوافِ زیارت جو کہ قوی تر ہے سے درجے میں کم ہے۔

اب نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں وقوفِ عرفہ کے بعد باقی رہے ہوئے افعالِ عمرہ کو پورا کرنا تھا یعنی رمی، قربانی اور طوافِ زیارت سے بھی قبل اسی لئے علامہ حصکفی نے لکھا کہ اُسے یومِ نحر میں پورا کرے اور علامہ شامی نے لکھا کہ طوافِ زیارت سے بھی قبل ادا کرے، علّت یہ بیان کی کہ وہ ذمے میں پہلے واجب ہوئے ہیں اور مذکورصورت میں عمرہ کے افعال میں سے صرف سعی باقی تھی اُسے یومِ نحر (دس تاریخ) کے تمام افعال سے پہلے ادا کرنا تھا کہ ان کا استحقاق پہلے ہے، وقوفِ مزدلفہ کو شمار اس لئے نہ کیا گیا وہ وقوفِ عرفہ کے آخری وقت یعنی دس ذوالحجہ کی طلوعِ فجر کے ساتھ متّصل ہے اور اس کا وقت بھی مختصر ہے جو جلد فوت ہو جاتا ہے اور اسی واجب کی ادائیگی میں بقیہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی میں تاخیر بھی نہیں ہوتی کہ طلوعِ فجر کے بعد جو حاجی مزدلفہ سے گزر گیا تو بھی اس کا یہ واجب ادا ہو گیا۔ تو بقیہ افعالِ عمرہ کی ادائیگی کا صحیح وقت وقوفِ مزدلفہ کے بعد تھا اور اگر دسویں تاریخ کی رمی کے بعد رہے ہوئے عمرہ کے افعال ادا کرتا تو بھی کچھ لازم نہ آتا اسی طرح دمِ شکر کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد ادا کرتا تو بھی کچھ لازم نہ ہوتا کہ حاجی اس وقت تک حالتِ احرام میں ہوتا ہے اور عمرہ کا طواف حالتِ احرام میں

١٨٠۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب القران، فصل في شرائط صحة القران، ص ٢٨٥

ہی ادا ہوتا ہے اس حال میں وہ عمرہ کے رہے ہوئے کم چکر دیتا تو حالتِ احرام میں ہی دیتا، اسی طرح عمرہ کی سعی میں احرام کا ہونا واجب ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

سیوم بقاء احرام در وقت سعی عمرہ (١٨١)

یعنی، تیسرا واجب یہ ہے کہ عمرہ کی سعی کے وقت احرام باقی ہو۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ علامہ رحمت اللہ سندھی کی ''لُباب المناسک'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عمرہ کی سعی میں احرام واجب ہے۔ (١٨٢)

تو اس وقت یعنی قربانی کے بعد حلق سے قبل اگر سعی کر لیتے تو حالتِ احرام میں ہی کرتے مگر وہ انہوں نے نہ کی بلکہ حلق وقصر کے ذریعے احرام کھول دیا، سعی تو اب بھی کرنی ہے کہ ادا ہو جائے گی اس لئے کہ عمرہ کی سعی میں احرام کا باقی ہونا صحتِ سعی عمرہ کی شرط نہیں ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

و اگر سعی عمرہ باشد پس بقاء احرام در حال شرط نیست ولیکن واجب است (١٨٣)

یعنی، اگر سعی عمرہ کی ہو تو اس حال میں بقاءِ احرام شرط نہیں لیکن واجب ہے۔

اور اس صورت میں اِن سے ایک واجب ترک ہو گیا وہ یہ کہ اسی احرام میں وہ عمرہ کی سعی ادا کرتے اس لئے اب حلق کے بعد سعی بھی کریں گے اور ترکِ واجب کا دم بھی دیں گے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

يتفرّع عليه أنه لو طاف ثم حلق، ثم سعى صح سعيه، و عليه دم لتحلّله قبل وقته و سبقه على واجبه (١٨٤)

١٨١۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم فصل اوّل، ص ١٥٨
١٨٢۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، صفا مروہ کی سعی، ص ۴۷۳
١٨٣۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم فصل اوّل، ص ١٥٨
١٨٤۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب السعي، فصل في شرائط صحة السعي، ص ١٩٣

یعنی، اس پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر اس نے طوافِ عمرہ کیا پھر (سعی عمرہ سے قبل) حلق کیا، پھر سعی کی تو اس کی سعی صحیح ہوگئی (کہ بقاء احرام صحتِ سعی کی شرط نہیں) اور اس پر دَم لازم ہوگا کہ اس نے احرام کھولنے کا وقت آنے سے قبل احرام کھول دیا اور ایک واجب (یعنی احرام کو باقی رکھتے ہوئے عمرہ کی سعی کرنا کہ یہ واجب ہے تو انہوں نے اس واجب) کی ادائیگی پر (حلق کے ذریعے) احرام کھولنے کو مقدم کرلیا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

تا آنکہ حلق کرد بعد از طواف عمرہ، بعد از ان سعی کرد لازم آید بروے دم(۱۸۵)

یعنی، یہاں تک کہ اگر طوافِ عمرہ کے بعد حلق کرلیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر دَم لازم آئے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

اگر طواف کے بعد سر مونڈوالیا پھر سعی کی تو سعی ہوگئی مگر چونکہ واجب ترک ہوا لہٰذا دم واجب ہے۔(۱۸۶)

''بہارِ شریعت'' میں مسئلہ علامہ رحمت اللہ کی ''لُباب'' کے حوالے سے مذکور ہے لیکن یہ اس مقام پر ''لُباب'' میں نہیں بلکہ ''شرح اللُّباب للقاری'' میں ہے، شاید حوالہ نقل کرنے میں کاتب سے سہو واقع ہوگیا ہو۔

اور جو ایک سعی وہ کر چکے وہ عمرہ کی سعی ہوگی کہ وہ ذمے میں پہلے واجب ہو چکی تھی، ظاہر ہے کہ وہ بھی حلق کے بعد کی گئی ہے اس لئے سقوطِ دم کو مفید نہ ہوئی اور اب ان پر ایک سعی باقی ہے وہ حج کی سعی وہ جب بھی ادا کریں گے ادا ہو جائے گی اور طوافِ قدوم جو قارن کے لئے مسنون ہے اور اس کے ترک پر اساءت لازم آتی ہے وہ ان سے ترک ہوا جس کی وجہ سے

۱۸۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب چہارم فصل اول، ۱۵۸

۱۸۶۔ بہارِ شریعت حصہ ششم، صفاومروہ کی سعی، ص۴۷۳

کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا، اب صرف ایک سعی کریں گے اور ترکِ واجب کی وجہ سے ایک دم اور سچی توبہ اُن پر لازم ہوگی کہ ترکِ واجب گناہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۵ذی الحجۃ ۱٤۲۸ھ، ۲٤دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 30-F)

آبِ زمزم کس نیت سے پیا جائے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آبِ زم زم پیتے وقت کیا دعا مانگنی چاہئے اور آبِ زم زم کس نیت سے پینا چاہئے؟

(السائل: ریحان بن ابوبکر)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آبِ زم زم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ وَ إِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ وَ شِفَاءُ سُقْمٍ" رواہ مسلم فی فضائل الصحابۃ فی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یعنی، ''یہ (آبِ زم زم) برکت والا ہے اور یہ بھوکے کے لئے کھانا اور بیمار کے لئے شفا ہے''۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' کے فضائل الصحابۃ میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ" أخْرَجَهُ أحمد فی "المسند" (۳/۳۵۷) و ابن ماجۃ فی المناسك فی باب الشرب من زمزم

یعنی، ''آبِ زم زم اس مقصد کے لئے ہے جس مقصد کے لئے پیا گیا''۔ اس حدیث کو امام احمد نے ''المسند'' میں اور امام ابن ماجہ نے ''سنن ابن ماجہ'' کے مناسك میں روایت کیا ہے۔

مندرجہ بالاسطور میں مذکوراحادیث سے واضح ہے کہ آبِ زم زم جس مقصد کے لئے پیا جائے وہ مقصد حاصل ہوتا ہے کھانا سمجھ کر پیاجائے تو بھوک مٹائے گا، امراض کے علاج سمجھ کر پیاجائے تو شفاء حاصل ہوگی۔

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اگر پیاس بجھانے کے لئے پیاجائے تو پیاس بجھائے اگر بیماری سے شفاء کے لئے پیئے تو شفاحاصل ہو۔(۱۸۷)

اورامام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

و قد شرب جماعة من العلماء ماءزمزم لمطلب لهم جليلة فنالوها (۱۸۸)

یعنی، علماء کرام کی ایک بڑی جماعت نے آبِ زم زم کو اپنے اہم مطالب اور بڑے مقاصد کی برآوری کے لئے پیا تو وہ مطالب و مقاصد انہیں حاصل ہوگئے۔

اورعلامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی لکھتے ہیں، ہمارے شیخ قاضی القضاۃ عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

و لا يحصى كم شربه من الأئمة لأمور نالوه

یعنی، شمار نہیں کیا جاسکتا کہ کتنے ائمہ نے آبِ زم زم کئی اُمور کے حصول کے لئے پیا تو انہوں نے پالئے۔

اور لکھتے ہیں:

و عن جماعة من العلماء أنهم شربوه لمقاصد فحصلت (۱۸۹)

یعنی، علماء کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے کئی مقاصد کے

۱۸۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم ص۱۳۸

۱۸۸۔ شرح الإيضاح فی مناسك الحج، الباب الخامس فی المقام بمكة، الخ، ص۴۴۱

۱۸۹۔ إرشاد السارى باب المتفرقات، فصل و يستحب الإكثار من شرب ماءزمزم، ص۵۴۴

لئے آبِ زم زم پیا پس وہ مقاصد انہیں حاصل ہوگئے۔

اس لئے عام آدمی کو چاہئے کہ آبِ زم زم گناہوں کی بخشش اور امراض کی شفا کی غرض سے پئے اور اگر کوئی خاص مرض ہو تو خصوصی طور پر اس کی نیت کرے، کسی بُری عادت میں مبتلا ہے تو اس کو چھوڑنے کی نیت کرے، قرآن کریم یاد نہیں ہوتا یا رہتا تو اس کی نیت کرے، کند ذہن ہے یا کم فہم ہے تو ان سے نجات کی نیت کرے، علم دین کے حصول کی نیت کرے، اور زبان سے کہنا ضروری نہیں جس ارادے سے پیئے گا حاصل ہوگا اگر چہ زبان سے کہنا افضل ہے، چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

فيستحب لمن أراد الشرب للمغفرة أو الشّفاء من مرض و نحوه أن يستقبل القبلة ثم يذكر اسم الله تعالىٰ ثم يقول: اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ بَلَغَنِيْ أَنَّ رَسُوْلَكَ ﷺ قَالَ: مَاءُزَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ اَللّٰهُمَّ وَ إِنِّيْ أَشْرَبُهُ لِتَغْفِرَلِيْ، اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْلِيْ أَوْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَشْرَبُهُ مُسْتَشْفِيًا بِهٖ مِنْ مَرَضِيْ اَللّٰهُمَّ فَاشْفِنِيْ و نحو هذا (۱۹۰)

یعنی، پس اس شخص کے لئے مستحب ہے جو مغفرت یا مرض وغیرہ سے شفاء کے لئے آبِ زم زم پینا چاہتا ہے کہ قبلہ رُو ہو کر پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے پھر کہے: ''اے اللہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ تیرے رسول ﷺ نے فرمایا: آبِ زم زم اس غرض کے لئے ہے کہ جس کے لئے اسے پیاجائے، اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں تا کہ تو مجھے بخش دے یا اے اللہ! میں اسے پیتا ہوں اس کے ذریعے اپنے مرض سے شفاء چاہتے ہوئے، اے اللہ! پس تو مجھے شفا عطا فرمادے'' اور مثل اس کے (دیگر اغراض کے لئے دیگر کلمات سے دُعا کرے)۔

اور لکھتے ہیں:

وَ يُستَحَبُّ أن يتنفّس ثلاثًا وَّ يَتَضلَّع منه أى يمتلى فإذا فرغ

۱۹۰۔ شرح الإيضاح فی المناسك النّووی، ص۴۲۱

حمد الله تعالیٰ (۱۹۱)

یعنی، مستحب ہے کہ تین سانس میں پیئے اور پیٹ بھر کر پیئے پس جب فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

علامہ حسن بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

و کان ابن عباس رضی الله عنهما إذا شرب ماءزمزم قال: اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَ رِزْقاً وَاسِعاً وَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ (۱۹۲)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آبِ زم زم پیتے تو کہتے: اے اللہ! میں تجھ سے نافع علم، وسیع رزق اور ہر مرض سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و فی فوائد أبی بکر بن المقرئ من طریق سوید بن سعید المذکور قال: رأیت ابن المبارك دخل زمزم فقال: اَللّهم إن ابن المؤمل حدّثنی عن ابن الزبیر عن جابر رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: "مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ" فَإِنِّیْ أَشْرَبُهُ لِعَطَشِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (۱۹۳)

یعنی، فوائد ابی بکر بن المقری میں سوید بن سعید مذکور کے طریق سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن المبارک کو دیکھا کہ وہ زمزم (کے کنوئیں میں) داخل ہوئے، پس کہا اے اللہ! بے شک ابن المؤمل نے مجھے حدیث بیان کی، ابن الزبیر سے، انہوں نے روایت کی حضرت

۱۹۱۔ شرح الإیضاح فی المناسك للنووی، الباب الخامس فی المقام بمکة الخ، ص ٤٤١

۱۹۲۔ إرشاد السّاری إلی مناسك المـلّا علی القاری، باب المتفرّقات، فصل ویستحب الإکثار من شرب ماءزمزم، ص ٥٤٣

۱۹۳۔ إرشاد السّاری إلی مناسك المـلّا علی القاری، ص ٥٤٤

جابر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آبِ زم زم اس کا فائدہ دیتا ہے کہ جس کے لئے پیا جائے" پس میں اسے قیامت کے اپنی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہوں۔

اور لکھتے ہیں:

و عن الشافعی رحمة الله علیه أنه شربه للرمی، فکان یصیب فی عشرة تسعة، و شربه الحاکم لحسن التصنیف و لغیر ذلك فکان أحسن أهل عصره تصنیفاً و قال شیخنا قاضی القضاة شهاب الدین العسقلانی الشافعی: و أنا شربته فی بدایة طلب الحدیث أن یرزقنی الله حالة الذهبی فی حفظ الحدیث، ثم حججت بعد مدة تقرب من عشرین سنة، و أنا أجد من نفسی المزیة علی تلك الرتبة، فسألت رتبة أعلی منها و أرجو الله أن أنال ذلك منه اهـ (۱۹٤)

یعنی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تیر اندازی کے لئے زم زم پیا تو اُن کے دس میں سے نو نشانے اپنے ٹھکانے پر لگے، اور امام حاکم نے حُسنِ تصنیف کے لئے پیا تو وہ اہل زمانہ میں سب سے اچھے مصنّف ہو گئے اور ہمارے شیخ قاضی القضاۃ شہاب الدین عسقلانی نے فرمایا کہ میں نے طلبِ حدیث کی ابتداء میں اس نیت سے پیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حفظِ حدیث میں امام ذہبی کی حالت عطا کر دے پھر میں نے تقریباً اس کے بعد دس سال بعد حج کیا اور میں اپنے آپ میں اس رتبے پر زیادتی پاتا ہوں پس میں اس سے اعلیٰ مرتبے کا سوال کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اس کو پا لوں گا۔

۱۹٤۔ إرشاد السّاری إلی مناسك المـلّا علی قاری، ص ٥٤٤

اور لکھتے ہیں:

و العبد الضعيف يرجوا الله سبحانه شربه للإستقامة و الوفاة على حقيقة الإسلام معها اهـ من "فتح القدير"(١٩٥)

یعنی، اور بندہ ضعیف اللہ تعالیٰ سے آبِ زم زم کے پینے میں اُمید رکھتا ہے، استقامت اور اس کے ساتھ حقیقتِ اسلام پر وفات کی اھ۔ فتح القدیر

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢٩ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 35-F)

سعی، وقوفِ عرفہ اور رمی وحلق میں نیت کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں نیت شرط ہے بغیر نیت کے طواف نہیں ہوتا، کیا سعی، وقوفِ عرفہ، شیطان کو کنکریاں مارنے اور حلق میں بھی نیت شرط ہے یا نہیں؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: طواف میں نیت صحتِ طواف کی شرط ہے یعنی طواف میں نیت فرض ہے چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

طواف میں نیت فرض ہے، بغیر نیت طواف نہیں مگر یہ شرط نہیں کہ کسی معین طواف کی نیت کرے بلکہ ہر طواف مطلق نیت سے ادا ہو جاتا ہے بلکہ جس طواف کو کسی وقت میں معین کر دیا گیا ہے اگر اس وقت کسی دوسرے طواف کی نیت سے کیا تو یہ دوسرا نہ ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو معین ہے مثلاً عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور طواف کیا تو یہ عمرہ کا طواف ہے اگرچہ نیت میں یہ نہ ہو، یونہی حج کا احرام باندھ کر باہر والا آیا......الخ(١٩٦)

١٩٥۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، باب المتفرقات، فصل: و يستحب الإكثار من شرب ماء زمزم ص ٥٤٤

١٩٦۔ بہار شریعت، حصہ ششم طواف کے مسائل، ص ۳۶۸

اور سعی، وقوفِ عرفہ، رمی جمار اور حلق میں نیت شرط نہیں، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چنانکہ شرط نیست در سعی ہمچنیں شرط نیست نیت در وقوف ورمی جمار وحلق(١٩٧)

یعنی، جیسا کہ سعی میں نیت شرط نہیں، اسی طرح وقوفِ عرفہ، رمی جمار اور حلق میں نیت شرط نہیں ہے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فلو مشى من الصفا إلى المروة هارباً أو بائعاً أو منتزهاً أو لم يدر أنه مسعى جاز سعيه، و هذا توسعة عظيمة كعدم شرط نية الوقوف، و رمي الجمرات و الحلق(١٩٨)

یعنی، پس اگر صفا سے مروہ تک چلا (کسی سے) بھاگتے ہوئے یا (کوئی چیز) بیچتے ہوئے، یا (کسی سے) بچتے ہوئے یا نہ جانا کہ یہ مسعیٰ ہے تو (تمام صورتوں میں) اس کی سعی جائز ہوگئی، یہ عظیم گنجائش ہے جیسا کہ وقوف، رمی جمرات اور حلق میں نیت شرط نہیں۔

ہاں فقہاء کرام نے نیت کو مستحبات میں شمار کیا ہے اور بعض نے سنّت کہا جیسا کہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی نے نیت کے مستحبات میں شمار کیا اور اس کے تحت مُلّا علی قاری نے لکھا:

الأولى ذكرها في السُّنَن ليترتّب على فعله مثوبة كاملة الخ(١٩٩)

یعنی، نیت کا ذکر سنّتوں میں کرنا اَولیٰ ہے تا کہ اس کے کرنے پر کامل ثواب مرتّب ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٨ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٧ دیسمبر ٢٠٠٧ م (New 20-F)

١٩٧۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب چهارم در بيان سعى بين الصفا و المروة، فصل أوّل در بيان شرائطِ صحتِ سعى، ص ١٥٩

١٩٨۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب السعي بين الصفا و المروة، فصل في مُستحبّاته ص ١٩٨

١٩٩۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب السعي بين الصفا و المروة، فصل في مُستحباته ص ١٩٨

حلق کے وقت خوشبو والے صابن یا شیمپو کا استعمال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ یا حج کے وقت حلق کراتے وقت بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے خوشبو والا شیمپو وغیرہ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر کر لے تو کیا حکم ہے؟

(السائل محمد سلیم بن احمد عبدالکریم، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حلق سے قبل خوشبو دار شیمپو یا خوشبو دار صابن استعمال کرنا ممنوع ہے اگرچہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی غرض سے ہو اور اگر استعمال کر لیتا ہے تو فقہاء عظام نے لزومِ دَم کا حکم فرمایا ہے، قدیم زمانے میں جب خطمی جس میں ہلکی خوشبو ہوتی ہے بال وغیرہ دھونے کے لئے استعمال کی جاتی تھی تو فقہاء کرام نے لکھا کہ اگر کوئی شخص حلق سے قبل خطمی سے سر کو دھو لے تو اس پر دَم لازم ہوگا کیونکہ حلق سے قبل وہ احرام میں ہے اور حالتِ احرام میں خوشبو کا استعمال ممنوع ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و فی "المحیط" أبیح له التحلّل فغسل رأسه بالخطمی و قلم أظفاره فعلیه دَم لأن الإحرام باقٍ فی حقّه لأنه لا یتحلّل إلا بالحلق (۲۰۰)

یعنی، ''محیط'' میں ہے اس کے لئے احرام سے نکلنا مباح ہو گیا تو اس نے اپنے سر کو خطمی کے ساتھ دھویا اور ناخن تراشے تو اس پر دَم لازم ہے کیونکہ اس کے حق میں احرام باقی ہے اس لئے کہ وہ حلق (یا تقصیر) سے ہی احرام سے نکلے گا۔

اور ''فتح القدیر'' (۲۰۱) سے نقل کرتے ہیں:

۲۰۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منٰی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص۲۵۱

۲۰۱۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: و لنا أن ما یکون الخ، ص۵۰۴

و لو غسل رأسه بالخطمی بعد الرّمی قبل الحلق یلزمه دَم علی قول أبی حنیفة علی الأصح، لأنه إحرامه باقٍ لا یزول إلا بالحلق و الحاصل أن قول أبی حنیفة هذا هو الأصح، بل قال الجصاص لا أعرف فیه خلافاً، و الصحیح أنه یلزمه الدّم لأن الحلق و التقصیر واجب فلا یقع التحلّل إلا بأحدهما، و لم یوجد فکان إحرامه باقیاً، فإذا غسل رأسه بالخطمی فقد أزال التّفث فی حال قیام الإحرام فیلزمه الدّم

و ممّا یؤیّده أن هذا الأختلاف فی الحاجّ لأن المعتمر لا یحلّ له قبل الحلق شئ الخ (۲۰۲)

یعنی، اگر رمی کے بعد حلق سے قبل اپنے سر کو خطمی سے دھویا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے اصح قول کے مطابق اُسے دَم لازم ہو جائے گا، کیونکہ اس کا احرام باقی ہے جو صرف حلق سے زائل ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ قول ہی اصح ہے، بلکہ امام ابو بکر جصّاص رازی حنفی نے فرمایا، میں اس مسئلہ میں کسی اختلاف کو نہیں جانتا، اور صحیح یہی ہے کہ اُسے دَم لازم ہوگا کیونکہ حلق اور تقصیر واجب ہے اور احرام سے تحلّل (یعنی باہر نکلنا) دونوں (یعنی حلق و تقصیر) میں سے ایک کے ساتھ ہی واقع ہوتا ہے اور وہ (یعنی تحلّل) پایا نہیں گیا تو اس کا احرام (ابھی) باقی ہے، پس جب اس نے خطمی سے اپنے سر کو دھویا تو اس نے احرام کی حالت میں میل کچیل کو دُور کیا، پس اس پر دَم لازم ہوگا (یاد رہے اگر وہ بغیر خوشبو کے کسی چیز سے سر کو دھو کر میل کچیل کو زائل کرتا تو صرف مکروہ تنزیہی ہوتا کہ جس پر دَم لازم نہ آتا کُتُب فقہ میں اسی طرح ہے)۔

۲۰۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب مناسك منٰی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص۲۵۲

اور جس سے اس کی تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ اختلاف حاجی میں ہے کیونکہ معتمر
کو حلق (یا تقصیر) سے قبل کوئی چیز حلال نہیں (عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا)۔

چنانچہ مفتی عبد الواحد (مصنّف فتاویٰ یورپ) لکھتے ہیں:

حلق یا تقصیر کے وقت خوشبو دار صابن سر پر لگانا جائز نہیں(۲۰۳)

خِطمی سے سر دھونے پر دَم کا حکم خطمی میں موجود خوشبو کی وجہ سے ہے ورنہ اگر ایسی خطمی سے سر دھویا ہو کہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی تو لزوم دَم کا حکم نہیں لگایا جائے گا جیسے عراقی خطمی خوشبو دار ہوتی ہے اور شامی خطمی بے خوشبو تو عراقی خطمی سر دھونے میں امام اعظم نے دَم کا حکم صادر فرمایا اور شامی خطمی سے سر دھونے میں امام ابو یوسف اور امام محمد نے دَم کا حکم نہیں لگایا چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الھمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے امام اعظم اور صاحبین علیہم الرحمہ کے اس میں بظاہر اختلاف کو اس طرح بیان فرمایا:

قیل قول أبي حنیفة في خطمي العراقي و له رائحة، و قولهما
في خطمي الشام و لا رائحة له فلا خلاف (۲۰۴)

یعنی، کہا گیا کہ امام ابو حنیفہ کا قول عراقی خطمی کے بارے میں ہے کہ جو خوشبو دار ہوتی ہے اور صاحبین کا قول شامی خطمی کے بارے میں ہے کہ جو بے خوشبو ہوتی ہے، لہٰذا (امام اعظم اور صاحبین کے مابین اس مسئلہ میں) کوئی اختلاف نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ خوشبو دار شی یا سر یا جسم کے کسی اور حصے کو دھونے میں دَم لازم ہونے پر اتفاق ہے، اسی سے علماء کرام اس صورت میں دَم کا حکم بتاتے ہیں۔

اور خوشبو والے صابن یا شیمپو یا کسی اور خوشبو دار چیز کا استعمال کہ اس سے سر، داڑھی وغیرھما کو دھوئے تو دَم لازم آتا ہے کیونکہ اس کا استعمال ممنوعاتِ احرام میں سے ہے یا یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جس کا استعمال حالتِ احرام میں حرام ہے جیسا کہ صدر الشریعہ محمد امجد

۲۰۳۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین، حلق و تقصیر کے مسائل، ص ۸۸

۲۰۴۔ فتح القدیر، المجلد (۳)، باب الجنایات، تحت قوله: هذا إذا استعمله ص ۲۵۔ ۲۶

علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

وہ باتیں جو احرام میں حرام ہیں (کئی اُمور ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں)
سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبو دار چیز سے دھونا الخ ملخصاً(۲۰۵)

اور مندرجہ بالا عبارت فقہاء سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حلق کے لئے بے خوشبو کے صابن یا شیمپو کے استعمال سے بھی بچا جائے کہ حالتِ احرام میں ہے اور صابن بے خوشبو وغیرہ میل کو دُور کرنے والی چیز ہے اور حالتِ احرام میں میل چھڑانا مکروہاتِ احرام سے ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کر بھی لے تو میل چھڑانے کی نیت ہرگز نہ کرے بلکہ حلق کے لئے بالوں کو نرم کرنے کی نیت کرے، بہتر تو یہی ہے کہ بالوں کو نرم کرنے کی ضرورت نیم گرم پانی کے استعمال سے پوری کر لی جائے تا کہ کراہت تنزیہی کے ارتکاب سے بچ جائے کہ اس وقت صابن وغیرہ بے خوشبو کا استعمال حالتِ احرام میں استعمال کہلاتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا تصریحات سے واضح ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱٤ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 16-F)

حلق میں سر کے کچھ بال رہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جو کہ متمتع ہے مسجد عائشہ جا کر عمرہ کا احرام باندھا اور آ کر عمرہ مکمل کیا پھر حلق کروایا بال چھوٹے اور سخت ہونے کی وجہ سے پورے سر کا حلق نہ کروا سکا کہ تین حصے سے زیادہ کا حلق ہو گیا اور چوتھائی سے کم کا رہ گیا اس طرح اس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، پوچھنا یہ ہے کہ اس کا حلق درست ہوا یا نہیں؟

(السائل: محمد ریحان بن ابوبکر، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

۲۰۵۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، احرام کا بیان، ص ۴۵۷۔ ۴۵۸

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات سے ہے اور پورے سر کا حلق مسنون ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و السنّة حلق جمیع الرأس أو تقصیر جمیعه و إن اقتصر علی الربع جاز مع الکراهة (٢٠٦)

یعنی، سنّتِ حلق پورا سر ہے یا پورے سر کی تقصیر ہے اور اگر چوتھائی سر پر اکتفاء کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فإن السُّنّة حلقَ جمیعِ الرَّأسِ أو تقصیرَ جمیعِه کما فی "شرح اللباب" (کما مرّ آنفاً) و "القهستانی" (٢٠٧)

یعنی، پس بے شک سنّت پورے سر کا حلق یا پورے سر کی تقصیر ہے جیسا کہ ''شرح اللباب'' اور ''قہستانی'' میں ہے۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و حلقُ الکُلِّ أفضلُ (٢٠٨)

اور اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

أی: هو مسنونٌ، هذا فی حقِّ الرَّجُل (٢٠٩)

یعنی، کل سر کا حلق افضل ہے یعنی مسنون ہے اور یہ مرد کے حق میں ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و أشار إلی أنّه لو اقتصرَ علی حلق الرُّبع جازَ کما فی التقصیر، لکن مع الکراهة لترکِهِ السُّنّةَ (٢١٠)

٢٠٦۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب مناسك منی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص٢٥٢

٢٠٧۔ جامع الرّموز، کتاب الحج، ١/٢٤٩

٢٠٨۔ الدُّرّ المختار (مع رد المحتار)، ٣/٦١٢

٢٠٩۔ ردّ المحتار فی الدُّرّ المختار

٢١٠۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٣)، کتاب (٥) الحج، مطلب فی رمی جمرة العقبة ص٦١٢

یعنی، اور اس طرف اشارہ فرمایا کہ اگر چوتھائی سر کے حلق پر اکتفاء کیا تو جائز ہے لیکن ترکِ سنّت کی وجہ سے کراہت کے ساتھ (جائز ہے)۔

ثابت ہوا کہ پورے سر کا حلق سنّت ہے اور چوتھائی سر کا حلق واجب ہے اور اگر کسی نے چوتھائی سر کے حلق پر اکتفا کیا تو اس نے سنّت کو ترک کر دیا اور فقہاء کرام نے اسے مکروہات میں شمار کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی مکروہاتِ حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

و الاقتصار علی حلق الرُّبع عند التحلُّل

اور اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أی عند خروجه من إحرام الحجّ أو العمرة (٢١١)

یعنی، احرام سے تحلّل کے وقت چوتھائی سر منڈوانے پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے یعنی حج وعمرہ کے احرام سے باہر نکلتے وقت۔

اور یہاں کراہت سنّت کے مقابلے میں ہے اس لئے کراہت تنزیہیہ ہوگی جس کے بلا عُذر اِرتکاب پر اسائت لازم آئے گی اور بلا عذر ترکِ سنّت محرومیوں کا سبب ہے اس لئے ترکِ سنّت سے اجتناب ضروری ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

حکم مکروہات آن است کہ ناقص شود ثواب عملی کہ واقع گردد دروی فعل مکروہ و لازم آید خوفِ عتاب در ترکِ سنّت مؤکدہ و خوف عذاب در ترکِ واجب و لازم نباشد چیزے از دم یا صدقہ در فعل امرے مکروہ مگر آنکہ لازم آید درو ے ترکِ واجب آنگاہ جزاء لازم گردد (٢١٢)

یعنی، مکروہات کا حکم یہ ہے کہ جس عمل میں مکروہ فعل واقع ہوا اس عمل کا ثواب ناقص ہو جاتا ہے، اور سنّت مؤکدہ کے ترک پر خوفِ عتاب

٢١١۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب فرائض الحج، فصل فی مکروهاته ص٨٥

٢١٢۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرساله فصل سیوم، ص٥٠

لازم آتا ہے اور ترکِ واجب پر خوفِ عذاب، اور کسی مکروہ کام کے کرنے پر کوئی چیز دَم یا صدقہ لازم نہیں آتا مگر یہ کہ اس سے ترکِ واجب لازم آتا ہو تو اس وقت جزاء (دَم یا صدقہ) لازم ہوگا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں حلق درست ہوگیا کہ اس پر کوئی جزاء لازم نہیں ہوئی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۷ذی الحجۃ ۱۴۲۸ھ، ۱۵دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 17-F)

عورت کے بال تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام سے کیسے نکلے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی خاتون کے بال اگر کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے گر گئے ہوں اور نئے نکلنے والے بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر کے قابل نہ ہوں تو احرام حج یا عمرہ سے باہر نکلنے کے لئے وہ کیا کرے گی؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حلق یا تقصیر حج وعمرہ کے واجبات سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

حلق یا قصر رُبع رأس در وقت ارادۂ تحلّل از احرام (۲۱۳)

یعنی، احرام سے باہر نکلنے کے ارادے کے وقت سر کے چوتھے حصے کا حلق یا اس کی تقصیر (واجب ہے)۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: میں نے ''فتح القدیر'' (۲۱۴) میں دیکھا کہ فرمایا:

إن الحلق عند الشافعی غیرُ واجبٍ، وهو عندنا واجبٌ، لأن التحلُّلِ الواجب لا یکونُ إلّا به (۲۱۵)

۲۱۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالہ فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات الخ، ص ۴۳

۲۱۴۔ فتح القدیر، باب الإحرام ۲/ ۳۸۸

۲۱۵۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، مطلب فی فروض الحج و واجباته ص ۵۳۹

یعنی، حلق امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں ہے اور وہ ہمارے نزدیک واجب ہے کیونکہ تحلُّل واجب (احرام سے باہر نکلنا جو کہ واجب ہے) اس کے سوا نہیں ہوتا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج وعمرہ حلق رُبع سر یا قصر رُبع او ست در وقتِ حلق (۲۱۶)

یعنی، احرام حج وعمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے وقت چوتھائی سر کے حلق یا چوتھائی سر کی تقصیر ہے۔

اور حلق مردوں کے لئے مسنون ہے جب کہ عورتوں کے لئے مکروہ ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الحلق مسنون للرجال (أی أفضل) و مکروه للنساء (۲۱۷)

یعنی، حلق مردوں کے لئے مسنون ہے (یعنی افضل ہے۔ مُلّا علی قاری) اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔

اور تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وقصر مباح است برائے ایشان (۲۱۸)

یعنی، تقصیر مردوں کے لئے مباح ہے۔

اور عورتوں کے لئے صرف تقصیر ہے چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد سرخسی لکھتے ہیں:

و لا حلق علیها، إنما علیها التقصیر، هکذا روی عن رسول اللّٰه ﷺ أنه نهی النساء عن الحلق و أمرهنّ بالتقصیر عند الخروج من الإحرام (۲۱۹)

۲۱۶۔ حیاۃ القلوب، باب اول، فصل دهم در بیان کیفیت خروج از احرام ص ۱۰۲

۲۱۷۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب مناسك منّی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳

۲۱۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶

۲۱۹۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (۲)، الجزء (٤)، کتاب المناسك، باب القران، ص ۳۱

یعنی، عورتوں پر حلق نہیں ہے اس پر صرف تقصیر ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے عورتوں کو حلق سے منع فرمایا اور انہیں احرام سے نکلنے کے وقت تقصیر کا حکم فرمایا۔

اور تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق یا تقصیر خود حج وعمرہ کے واجبات میں سے ہیں، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

"و التقصير مباح لهنّ" و الظاهر أنه مستحب لهنّ لتقريره ﷺ فعل بعض الصحابة له و دعائه لهنّ "و مسنون" أي مؤكّد "بل واجب لهنّ" (۲۲۰)

یعنی، تقصیر عورتوں کے لئے مباح ہے اور (مُلّا علی قاری فرماتے ہیں) ظاہر ہے کہ وہ عورتوں کے لئے مستحب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کے عمل (تقصیر) کو ثابت رکھا اور عورتوں کے لئے دعا فرمائی اور مسنون ہے یعنی سنّت مؤکدہ ہے، بلکہ واجب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

قصر مسنون بلکہ واجب است برایشان (۲۲۱)

یعنی، تقصیر عورتوں کے لئے مسنون بلکہ واجب ہے۔

مندرجہ بالا عبارات میں تقصیر کو عورتوں کے لئے مُباح، مسنون اور واجب لکھا گیا ہے جب کہ حلق کو ان کے لئے مکروہ لکھا ہے اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ عورتوں کے حق میں تقصیر کے وجوب کی علّت کے بیان میں کراہت تحریمی کی تصریح کی گئی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول "بل واجب لهنّ" کے تحت لکھتے ہیں:

لكراهة الحلق كراهة تحريم في حقّهنّ إلا لضرورة (۲۲۲)

۲۲۰۔ لباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب مناسك منیٰ، فصل في الحلق و التقصير، ص ۲۵۳

۲۲۱۔ حیاة القلوب في زیارة المحبوب، باب هشتم، فصل ششم، ص ۲۰۶

۲۲۲۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب مناسك منیٰ، فصل في الحلق و التقصير، ص ۲۵۳

یعنی، مصنّف کا قول کہ تقصیر عورتوں کے لئے واجب ہے کیونکہ حلق عورتوں کے حق میں کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ ہے مگر یہ کہ کوئی شرعی ضرورت ہو۔

اور پھر فقہاء کرام نے حلق کو عورتوں کے لئے حرام بھی لکھا ہے اور وہاں حرام سے مراد حرام ظنّی ہے جس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

واما زنان پس حلق حرام است برائے ایشان (۲۲۳)

یعنی، مگر عورتیں تو حلق اُن کے لئے حرام ہے۔

اور امام شمس الدین سرخسی نے عورتوں کے لئے حلق سے ممانعت کی روایت کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

و لأن الحلق في حقّها مُثلةٌ، و المُثلة حرامٌ، و شعر الرأس زينة لها كاللحية للرّجل فكما لا يحلق الرّجل لحيته عند الخروج من الإحرام لا تحلق هي رأسها (۲۲۴)

یعنی، اور اس وجہ سے کہ حلق عورت کے حق میں مُثلہ ہے اور مُثلہ حرام ہے اور عورت کے سر کے بال اس کے لئے زینت ہیں جیسے داڑھی مرد کے لئے زینت ہے تو جس طرح مرد احرام سے نکلنے کے وقت ڈاڑھی نہیں منڈوائے گا اسی طرح عورت اپنے سر کے بال نہیں منڈوائے گی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و هذا في حقّ الرَّجُل، و يكره للمرأة، لأنه مُثلةٌ في حقّها كحلقِ الرَّجُل لحيتَه (۲۲۵)

۲۲۳۔ حیاة القلوب في زیارة المحبوب، باب هشتم در مناسك منیٰ، فصل ششم در مسائل حلق و قصر، ص ۲۰۶

۲۲۴۔ المبسوط: ۲/۴/۳۱

۲۲۵۔ ردّ المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، مطلب في رمي جمرة العقبة، تحت قوله: حلقه أفضل، ص ۶۱۲

یعنی، حلق کا مسنون ہونا یہ مرد کے حق میں ہے اور حلق عورت کے لئے مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ حلق عورت کے حق میں مُثلہ (خلقت اللہ کو تبدیل کرنا) ہے جیسے مرد کا اپنی داڑھی کو مونڈنا۔

مندرجہ بالا عبارت میں عورت کے حلق کو مرد کی داڑھی منڈوانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مُلّا علی قاری داڑھی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و فيه أنه ورد في السنّة إصلاح اللحية بما يزيد على القبضة فلا يكون أخذهما مُثلةٌ بل حلقها مُثلةٌ

یعنی، سنّت میں وارد ہے داڑھی جو ایک مشت سے زائد ہو تو اس کا لینا مُثلہ نہیں بلکہ داڑھی کا مونڈنا مُثلہ ہے۔

چند سطریں آگے لکھتے ہیں:

و لأن حلق اللّحية من باب المُثلة ولأن ذلك تشبيه بالنّصارىٰ (٢٢٦)

یعنی، کیونکہ داڑھی منڈوانا مُثلہ کے باب سے ہے، اور اس لئے کہ (اس میں) نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔

اور شرع نے داڑھی منڈوانے کو مُثلہ قرار دیا جو کہ حرام ہے اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت قرار دیا وہ بھی حرام ہے اور عورت کے سر منڈوانے کو مرد کے داڑھی منڈوانے کے ساتھ مشابہت دی گئی یعنی جیسے مرد کو داڑھی منڈوانا حرام ہے اسی طرح عورت کو سر منڈوانا حرام ہے سوائے ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کے جیسا کہ مُلّا علی قاری کا قول "إلا لضرورتهنّ" سے ضرورت شرعیہ متحقق ہونے کے وقت رُخصتِ حلق ثابت ہے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ صورت مسئولہ میں عورت سر نہیں منڈوائے گی کہ اُسے شرعاً ایسا کرنا حرام ہے اور تقصیر وہ کروا نہیں سکتی کہ بال اتنے بڑے نہیں ہیں کہ تقصیر کے قابل ہوں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ شرعاً معذور ہے۔

اگر احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا تقصیر واجب ہے تو مذکورہ عورت کے حق میں حلق حرام

٢٢٦۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب مناسك منىٰ، فصل في الحلق و التقصير، ص ٢٥١

یعنی مکروہ تحریمی ہے یعنی جس فعل کا کرنا واجب ہے تو اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے اور جس فعل کا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کا ترک واجب ہے۔ مذکورہ عورت اگر حلق کو ترک کرتی ہے تو کراہت تحریمی لازم آتی ہے اور اگر کر لیتی ہے تو بھی کراہت تحریمی کا ارتکاب ہوتا ہے یعنی فعل و ترک دونوں صورتوں میں کراہت تحریمی کے ارتکاب سے نہیں بچ سکتی تو ایسی صورت میں اُسے مجبور و معذور ہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ حلق کو ترک کر دیتی ہے تو اس میں وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی اور اگر حلق کروا لیتی ہے جو کہ اس کے حق میں حرام قرار دیا گیا ہے تو اس میں بھی وہ مجبور و معذور قرار دی جائے گی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عورت ایسی صورت میں کس کو چھوڑے، بہر صورت اس سے کسی ایک واجب کا ترک ہوگا، جب ہم نے فقہاءِ احناف کی عبارات کو دیکھا تو ہمیں دونوں صورتوں میں رُخصت کے اقوال ملے کہ یہاں فقہاء کرام نے عورت کے لئے حلق حرام اور مکروہ تحریمی قرار دے وہیں "إلا لضرورة" لکھ کر ضرورت شرعی پائے جانے کے وقت رُخصت دے دی جیسا کہ "المسلك المتقسّط" (ص ٢٥٣) میں مُلّا علی قاری نے لکھا ہے۔

اسی طرح جہاں فقہاء کرام نے حلق یا تقصیر کو واجب قرار دیا ہے وہیں عذر شرعی پائے جانے کے وقت اس واجب کے ترک کی رُخصت بھی دی ہے جیسا کہ "لباب المناسك و عباب المسالك" "مجامع المناسك و نفع الناسك" "المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط" اور "حياة القلوب في زيارة المحبوب" میں ہے۔ اب جب دونوں میں فعل و عدم فعل اور ترک و عدم ترک برابر ہو گئے تو ایسی صورت میں کسی ایک کو کرنے اور دوسرے کو ترک کرنے کے لئے ترجیح و عدم ترجیح کے لئے غور کرنا پڑا۔

غور کرنے پر معلوم ہوا کہ حج و عمرہ میں حلق کا وجوب خالص اللہ عزّ وجلّ کا حق ہے اور عورت کا اپنے بالوں کو نہ منڈوانا واجب ہے کیونکہ عورت کو سر منڈوانے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا اور فقہاء کرام نے اسے مُثلہ قرار دیا، اس لئے منڈوانا مکروہ تحریمی ہے تو اس واجب کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہے وہ خصوصی طور پر شادی شُدہ عورت کے لئے اس کے شوہر کا حق

کیونکہ بال زینت ہیں اور زینت شوہر کا حق ہے اسی لئے شرع نے بیوی کے ترکِ زینت پر شوہر کو اُسے سرزنش کرنے کا حق دیا ہے، تو ایسی صورت میں بندے کے حق کی پاسداری اور اللہ عزّوجل کے حق کو عذر کی وجہ سے چھوڑ دینا اَولیٰ ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ عورت حلق نہیں کروائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس نے حلق یا تقصیر کی وجہ سے ترک کیا تو وہ گنہگار نہ ہوئی کیونکہ یہ ترک عمداً قصداً نہیں بلکہ ایک شرعی عذر کی بنا پر ہے اور گناہ تو تب ہوگا جب ترک قصداً ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریق تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (۲۲۷)

یعنی، واجب کو جب عمداً ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اگرچہ دَم دے دے، اس کا گناہ سچی توبہ کے بغیر نہ اُٹھے گا۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

لکن العامد آثم (۲۲۸)

یعنی، عامد گنہگار ہے۔

اور یہاں عمداً ترک نہیں بلکہ ایک شرعی حق کی وجہ سے ہے لہٰذا وہ گنہگار نہ ہوگی۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر دَم لازم آئے گا جیسا کہ واجبات کا یہی حکم ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و حکم الواجبات لزوم الجزاء بترك واحد منهما و جواز الحج سواء ترکه عمداً أو سهواً (۲۲۹)

یعنی، حکم واجبات کا ان میں سے کسی ایک کے ترک پر لزومِ جزاء (یعنی

۲۲۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالہ فصل سیوم در بیان فرائض و واجبات، ص ٤٥
۲۲۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۸۰
۲۲۹۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب فرائض الحج، فصل فی واجباته ص ۸۰

دَم) اور جوازِ حج ہے چاہے اسے عمداً ترک کرے یا سہواً (۲۳۰)

لیکن اس قاعدہ سے چند واجبات کے ترک پر لزومِ جزاء کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے حلق کو ترک کر دے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و یستثنیٰ من هذا الکلی ترك الحلق لعذر ملخصاً (۲۳۱)

یعنی، اس کلی میں سے عذر کی بنا پر ترکِ حلق کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

آنچہ گفتیم کہ بترک واجب لازم آید دم استثناء کردہ اند علماء از وے دہ عدد واجبات را، ہشتم آنکہ ترک کند حلق را بعذر ے چنانکہ وجود علّتے درسر (۲۳۲)

یعنی، وہ جو میں نے کہا کہ ترکِ واجب پر دَم لازم آئے گا، علماء کرام نے اس سے دس عدد واجبات کا استثناء کیا ہے (کہ جن کے ترک پر دَم لازم نہیں آتا) اُن میں سے آٹھواں یہ ہے کہ کسی (معقول) عذر کی بنا پر حلق (و تقصیر) کو ترک کر دے جیسا کہ سر میں کوئی علّت ہو (جیسے پھوڑے، پھنسیاں وغیرہ اور بال اتنے چھوٹے ہوں کہ تقصیر بھی نہ ہو سکے)

اور عذر سے مراد ایسا عذر کہ شرع نے اُسے معتبر رکھا ہو چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی "لُباب" میں عبارت "و ترك الواجب بعذر" (یعنی واجب کا کسی عذر کی وجہ سے ترک) کے تحت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

أی معتبر شرعاً (۲۳۳)

یعنی، وہ عذر جو شرعاً معتبر ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ وہ عذر بندوں کی جہت سے نہ ہو چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۲۳۰۔ و فی شرحه: خطأً ترک کرے یا بھولے سے، لاعلمی میں ترک کرے یا جانتے ہوئے۔
۲۳۱۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۸۰
۲۳۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالۃ فصل سیوم دربیان فرائض و واجبات الخ، ص ٤٥
۲۳۳۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط ص ۸۱

أن المراد بالعُذرِ ما لا یکونُ من جهة العباد، حیث قال عند قول اللباب: و لو فاتَهُ الوقوف بمزدلفةَ بإحصارٍ فعلیه دمٌ: هذا غیرُ ظاهرٍ، لأن الإحصار من جملةِ الأعذار إلّا أن یقال: إن هذا مانعٌ من جانبِ المخلوق، فلا یُؤثِّر (۲۳٤)

یعنی، (شارح مُلّا علی قاری نے جو ذکر کیا اس پر دلالت کرتا ہے کہ) عذر سے مراد وہ عذر ہے جو بندوں کی جہت سے نہ ہو اس حیثیت سے کہ (شارح نے علامہ رحمت اللہ سندھی کے) ''لباب'' میں قول ''اور اگر اس کے محصر ہونے کی وجہ سے وقوفِ مزدلفہ فوت ہو گیا تو اس پر دَم ہے'' پر فرمایا، یہ غیر ظاہر ہے کیونکہ اِحصار من جملہ اَعذار میں سے ہے، مگر یہ کہا جائے کہ یہ مانع مخلوق کی جانب سے ہے لہٰذا (سقوطِ دم میں) مؤثر نہ ہوگا۔

اور صورت مسئولہ میں عذر مخلوق کی جانب سے نہیں ہے بلکہ شرع کی جانب سے ہے کہ اس صورت میں شرع مطہر نے عورت کو حلق کے ذریعے اس واجب کی ادائیگی سے روکا کہ اس کے حق میں حرام قرار دے دیا لہٰذا یہ عذر اُن میں سے ہے کہ جنہیں شرع نے معتبر رکھا ہے۔

اور تیسرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ خاتون جب حلق نہیں کرائے گی کہ اُسے حلق ممنوع ہے اور تقصیر وہ کروا نہیں سکتی تو احرام سے باہر کس فعل سے ہوگی یعنی احرام سے نکلنے کے لئے اُسے کچھ کرنا ہوگا یا خود بخود احرام سے باہر ہو جائے گی عمرہ میں سعی کے بعد اور حج میں رمی یا ذبح کے بعد کیونکہ اگر حج افراد کر رہی ہے تو دس ذوالحجہ کو رمی جمرہ عقبہ کے بعد اور اگر حج تمتع یا قران کر رہی ہے تو ذبح (یعنی قربانی) کے بعد۔

چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر معذر گشتند ہر دو اعنی حلق و قصر معاً بسبب آنکہ در سر علتے وارد و موئیش نیز از مقدار سر انگشت کمتر اند پس ساقط گشتند ہر دو از وی و حلال گشت از احرام بعد فراغ رمی جمار بغیر قیام چیزے دیگر مقام حلق و لازم نباشد بر وی

۲۳٤۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب (٥) الحج، باب (۳) الجنایات، تحتہٗ ص ٦٥۳

چیزے از دم و صدقہ زیرا کہ ترک نمودہ است واجب را بعذر (۲۳٥)

یعنی، اگر قصر و حلق سر میں کسی علّت کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ مُتعذّر ہو جائیں اور اس کے سر کے بال بھی ایک پورے سے کم ہوں تو دونوں (یعنی قصر و حلق) میں سے ہر ایک اس سے ساقط ہو جائے گا اور وہ رمی جمرہ سے فراغت کے بعد (حج افراد میں) حلق کی جگہ کسی دوسری چیز کے قیام کے بغیر احرام سے نکل جائے گا (اور حج تمتع، قران میں دم شکر (یعنی قربانی) کے ذبح ہونے کے بعد) اور اس پر دَم و صدقہ میں سے کوئی چیز لازم نہ ہوگی کیونکہ اس نے واجب کو عذر کے سبب ترک کیا ہے۔

اور فقہاء کرام نے ایسی صورت میں محظوراتِ احرام کے اِرتکاب میں تاخیر کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام حنفی متوفی ۸٦۱ھ لکھتے ہیں:

و الأحسن له أن یؤخِّر الإحلال إلی آخر الوقت من أیام النحر، و لا شئ علیه إن لم یؤخِّره (۲۳٦)

یعنی، بہتر یہ ہے کہ اِحلال کو ایامِ نحر کے آخری دن تک مؤخر کرے اور مؤخر نہ کرے تو اس پر کچھ (لازم) نہیں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

ولیکن افضل در حق وی آنست کہ ارتکاب نماید محظورات احرام را از لبس مخیط، تطییب و غیر آن تا روز اخیر از ایام نحر زیرا کہ شاید کہ زائل گردد عذر او در یک ساعت ولیکن این تاخیر واجب نباشد بر وی (۲۳۷)

یعنی، اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ محظوراتِ احرام جیسے سِلے ہوئے کپڑے، خوشبو و غیرہما کے استعمال کا ایامِ قربانی کے آخر تک ارتکاب نہ

۲۳٥۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ہشتم آنچہ متعلق است از مناسك منیٰ، فصل ششم در مسائل حلق و قصر، ص ۲۰٦

۲۳٦۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، باب الإحرام، تحت قوله: لقوله علیه السلام ص ٥۰۲

۲۳۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ہشتم فصل ششم ص ۲۰٦

کرے کہ شاید اس کا عذر ایک گھڑی میں زائل ہو جائے لیکن یہ تاخیر اُس پر واجب نہیں ہے۔

اور صورت مسئولہ میں جو عذر ہے وہ ایسا نہیں کہ جس کے زوال کا امکان ہو، ویسے بھی یہ تاخیر افضل ہے نہ کہ واجب۔ اور اگر بال اتنے ہو گئے ہوں تقصیر ہو سکتی ہے کہ ایک پورے کی مقدار کاٹے جاسکتے ہوں تو بہر صورت کاٹنے ہوں گے۔

یہ ایسا مسئلہ تھا کہ جس کی تصریح کُتُبِ مناسک میں اور کُتُب فقہ میں مجھے نظر نہیں آئی، اللہ عزّوجل کی توفیق سے میں نے اس کا حل پیش کیا ہے، چاہئے کہ اسے محفوظ رکھا جائے کہ ضرورت کے وقت کام ہے اور جو حکم میں نے لکھا ہے اگر حق ہے تو من جانب الحق ہے ورنہ میری طرف سے ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٦ ذی الحجۃ ١٤٢٨ھ، ١٥ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 18-F)

عمرہ میں بغیر طواف کئے سعی و حلق کروانے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک شخص عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور اس نے طوافِ کعبہ کئے بغیر سعی کر لی اور حلق کروا کر کپڑے تبدیل کر لئے اور آ کر سو گیا، اس صورت میں اس پر کیا لازم ہو گا؟

(السائل محمد صدیق، لبیک ٹورز، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر عمرہ کی قضاء اور دم لازم ہو گا اور توبہ بھی کرنی ہو گی، کیونکہ عمرہ میں طواف اُس کا رُکن ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

طواف العمرۃ ہو رکن فیہا

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

أی فرض فی أدائها (٢٣٨)

یعنی، طواف عمرہ اس میں رُکن ہے یعنی عمرہ کی ادائیگی میں فرض ہے۔

اور طوافِ عمرہ کی ادائیگی کے بعد سعی واجب ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ لکھتے ہیں:

و بعده سعی أی واجب (٢٣٩)

یعنی، اور اس کے بعد سعی ہے یعنی واجب ہے۔

جب سعی طوافِ عمرہ کے بعد کی جائے تو وہ سعی عمرہ کے واجب سے شمار ہوتی ہے کیونکہ عمرہ میں سعی کا طوافِ عمرہ کے بعد واقع ہونا صحتِ سعی کی شرط ہے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

قال المصنّف فی "الکبیر" (قال المصنّف فی "الکبیر" فی باب السعی بین الصفا و المروۃ: و من شرائطه أن یکون بعد الطواف أو بعد أو أکثره الخ) (٢٤٠) و تقدیم الطواف علی السعی شرط لصحة السعی بالاتفاق اهـ (٢٤١)

یعنی، (مناسک مُلّا علی قاری کے متن "لُباب المناسك و عُباب المسالك" کے) مصنّف (علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی) نے (اپنی مناسک حج پر دوسری کتاب) "منسك کبیر" (المسمّی بمجامع المناسك و نفع الناسك) میں فرمایا (عمرہ میں) طواف کا سعی پر مقدم ہونا بالاتفاق صحتِ سعی کی شرط ہے۔

اس لئے اس کی سعی سے عمرہ کا یہ واجب بھی ادا نہ ہوا کیونکہ وہ سعی اپنی صحت کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے افعالِ عمرہ سے واقع نہ ہوئی۔ کیونکہ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔

٢٣٨۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب أنواع الأطوفة، ص ١٥٨

٢٣٩۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ١٥٨

٢٤٠۔ مجامع المناسك، فصل فی شرائط صحة للسعی، ص ١٣٦، فی نسخة، ص ٢٠٢ فی أخری

٢٤١۔ المسلك المتقسّط، باب العمرۃ، ص ٥١٠

اور حلق و تقصیر بھی عمرہ کے واجبات میں سے ہیں جب کہ وہ اپنے مشروع وقت میں واقع ہوں چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و باعتبار إيقاعه في وقته المشروع و هو أن يكون بعد السعي في العمرة واجب ملخصاً (٢٤٢)

یعنی، اوراس کے اپنے مشروع وقت میں واقع ہونے کے اعتبار سے اور وہ یہ ہے کہ عمرہ میں (حلق و تقصیر) سعی کے بعد ہو۔

یہاں حلق اپنے مشروع وقت میں واقع نہیں ہوا کہ اس نے حلق اس سعی کے بعد نہیں کروایا جو سعی عمرہ کے واجب سے واقع ہوئی ہو بلکہ اس سعی کے بعد کروایا جو کہ سعی عمرہ کے واجبات سے شمار ہی نہیں کی گئی اور صورت مسئولہ میں تو حلق اپنے وقت جواز میں بھی واقع نہیں ہوا اور عمرہ میں اس کے جواز کا وقت طوافِ عمرہ کے چار پھیروں کے بعد تھا، چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

قلت: هو من حيث صحة وقوعه في وقت جوازه، هو ما بعد إتيانه بالرُّكن الأعظم في الحج، و بعد أكثر طوافه في العمرة شرط (٢٤٣)

یعنی، میں کہتا ہوں وہ اپنے وقتِ جواز میں صحتِ وقوع کی حیثیت سے شرط ہے وہ یہ ہے کہ حج میں رُکنِ اعظم (یعنی وقوفِ عرفہ) کے بعد اور عمرہ میں اکثر طواف کے بعد ہو۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی نے ''لُباب'' کے ''باب مناسك منى'' میں لکھا ہے۔ (٢٤٤)

اور صورت مسئولہ میں اس نے عمرہ کے رُکن کو ترک کیا کہ جس کا بدل اصلاً کوئی چیز نہیں

٢٤٢۔ المسلك المتقسّط، باب فرائض الحج، فصل في واجباته، ص٧٨

٢٤٣۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب فرائض الحج، فصل في واجباته ص٧٨

٢٤٤۔ لُباب المناسك و عُباب المسالك (مع شرحه)، باب مناسك منى، فصل في زمان للحلق و مكانه و شرائط جوازه، ص٢٥٤

ہوسکتی اس پر لازم تو یہ تھا کہ وہ اس صورت میں پہلے فرض طواف کو ادا کرتا پھر سعی کرتا تا کہ وہ سعی عمرہ کی سعی شمار ہوتی اور وقت سے قبل حلق کا دَم دے دیتا مگر اس نے حلق اور دیگر محظوراتِ احرام کا ارتکاب تحلّل کی نیت سے کیا ہے تو اُسے نئے احرام کے ساتھ عمرہ کی قضا اور دَم لازم ہوگا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الجمعة، ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ١٤ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 15-F)

ناپاک جگہ سے کنکریاں اٹھانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی مزدلفہ سے کنکریاں اٹھاتے ہیں اور مزدلفہ ایک کُھلا میدان ہے باوجود اس کے کہ وہاں باتھ روم وغیرہ بنے ہوئے ہیں پھر بھی کچھ لوگ پہاڑوں پر بول و براز کرتے ہیں اس صورت میں کنکریاں چُننا بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے کہ جگہ جگہ گندگی ہوتی ہے تو نجس جگہ سے کنکریاں چُننا کیسا ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے نجس جگہ سے کنکریاں اُٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں:

ونیز مکروہ است گرفتن سنگریزہا از مکان نجس (٢٤٥)

یعنی، نیز نجس جگہ سے کنکریاں لینا مکروہ ہے۔

اور یہ کراہت تنزیہی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

وکراہت دراین ہر دو صورت تنزیہیہ است (٢٤٦)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہی ہے۔

اور اگر یقین ہو کہ جو کنکریاں جمرات کو ماری ہیں وہ نجس تھیں تو اس کی رمی کراہت کے

٢٤٥۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب، ص ٢٠٠

٢٤٦۔ حياة القلوب، باب هشتم در بيان مناسك منىٰ، فصل اوّل، ص ٢٠٠

ساتھ جائز ہو جائے گی، چنانچہ علامہ نظام الدین اور علماءِ ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

لو رمی بمتنجّسة بیقینٍ کرہ و أجزاہ کذا فی "فتح القدیر" (۲۴۷)

یعنی، اگر یقین کے ساتھ ناپاک کنکریوں سے رمی کی تو مکروہ (کام) ہوا اور رمی اُسے جائز ہوگئی اسی طرح "فتح القدیر" (۲۴۸) میں ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۲ ذی الحجة ۱۴۲۸ ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 23-F)

جمرات سے کنکریاں اُٹھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ جمرات کے پاس سے بھی کنکریاں اٹھانے میں تأمل نہیں کرتے جب کہ ہم نے پڑھا اور علماء کرام سے یہی سنا ہے کہ جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی کیونکہ اگر کراہت تحریمی ہوگی تو ارتکاب کرنے والا گنہگار ہوتا ہے جس کے لئے اس پر توبہ لازم آتی ہے جبکہ تنزیہی میں نہیں؟

(السائل: خرم عبدالقادر، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: رمی کے لئے جمرات کے پاس سے کنکریاں اٹھانا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

یأخذ الحصی من أیّ موضع شاء إلا عند الجمرة فإن ذلك یکرہ، لأن ما عندھا من الحصی مردود و ھکذا جاء فی الأثر (۲۴۹)

یعنی، جمرات کے پاس پڑی ہوئی کنکریوں کے علاوہ جہاں سے چاہے اُٹھائے پس تحقیق وہ مکروہ کیونکہ ان کے پاس کنکریاں ہیں وہ مردود

۲۴۷۔ الفتاوی الهندیة المجلد (۱)، کتاب المناسك الباب الخامس فی کیفیة أداء الحج، ص ۲۳۲

۲۴۸۔ فتح القدیر، ۲/ ۵۰۰

۲۴۹۔ الهدایة المجلد (۱)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۷۸

ہیں، اسی طرح اثر میں آیا ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و نیز مکروہ است برداشتن سنگریزہ از نزد جمرہ زیرا نکہ سنگریز ہا کہ موجود اند در جمرات علامات آن است کہ مردود ومستند چہ وارد شدہ کہ برداشتہ می شود سنگریز ہائے مقبولہ را برائے تثقیل میزان صاحب آنہا (۲۵۰)

یعنی، نیز جمرہ سے کنکری اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ جو کنکریاں جمرات میں موجود ہیں اس کی علامات ہیں کہ وہ غیر مقبول ہیں اس لئے کہ احادیث میں آیا کنکریاں مارنے والے کے میزان کو (قیامت میں) بھاری کرنے کے لئے مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و یکرہ أخذھا من عند الجمرة لأنھا مردودةٌ لحدیثِ ما رواہ "الدار قطنیُّ" (۲۵۱) و "الحاکم" (۲۵۲) و صحّحہ عن "أبی سعیدِ الخدریّ" قال: قلتُ یا رسول اللہ! ھذہ الجمارُ التی نرمی بھا کلَّ عامٍ فنَحسِبُ أنّھا تنقصُ، فقال: إنَّ مَا یُقْبَلُ مِنھَا رُفِعَ وَ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَرَأَیْتَھَا أَمْثَالَ الْجِبَالِ (۲۵۳)

۲۵۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب ھشتم، فصل أوّل، ص ۲۰۰

۲۵۱۔ سنن الدار قطنی، کتاب الحج، برقم: ۲۷۶۳، ۱/ ۲/ ۲۶۳

۲۵۲۔ المستدرك للحاکم، کتاب المناسك یرفع مایقبل الخ برقم: ۱۷۹۵، ۲/ ۱۳۷

أیضاً المعجم الأوسط برقم: ۱۷۵۰، ۱/ ۴۷۴

أیضاً السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الحج، باب أخذ الحصی لرمی جمرة العقبة و کیفیة ذلك، برقم: ۹۵۴۵، ۵/ ۲۱۰

أیضاً المصنّف لابن أبی شیبة کتاب الحج، باب فی حصی الجمل ما جاء فی ذلك، ۴/ ۴۹۵

أیضاً مجمع الزوائد للھیثمی، کتاب الحج، باب رمی، برقم: ۵۵۸۹، ۳/ ۴۴۳

۲۵۳۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الحج فصل فی الإحرام مطلب فی رمی جمرة العقبة ۳/ ۶۱۰

یعنی، جمرہ کے پاس کنکریاں اُٹھانا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ مردود کنکریاں ہیں حدیث شریف میں ہے جسے امام دار قطنی نے روایت کیا اور اسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جمرات جنہیں ہم ہر سال کنکریاں مارتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کم ہو جاتی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ مقبول کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ایک پہاڑ کنکریوں کا دیکھتے۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸٦۱ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه كان يأخذها من جمع، بخلاف موضع الرمي لأن السلف كرهوه لأنه مردود (۲۰٤)

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ مزدلفہ سے کنکریاں لیتے، برخلاف موضع رمی (یعنی جمرات) کے کیونکہ سلف نے اسے مکروہ قرار دیا کیونکہ وہ مردود ہیں۔

اور کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے جمرہ کے پاس سے اور نجس جگہ سے کنکری اٹھانے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وکراہت درین ہر دو صورت تنزیہی است (۲۰۵)

یعنی، ان دونوں صورتوں میں کراہت تنزیہی ہے۔

اس لئے حاجیوں کو چاہئے کہ جمرات سے کنکریاں نہ اٹھائیں لیکن اس سے مراد وہ کنکریاں ہیں جو جمرات کو ماری گئیں فی زمانہ جو کنکری جمرات کو ماری گئی بہت کم ہے کہ اسے دوسرا کوئی اٹھا سکے کیونکہ جمرات کے گرد چھوٹی دیوار اتنی دُور ہے کہ کنکری لگ کر بمشکل باہر آ سکتی ہے یا پھر اتنی دُور سے کسی نے پھینکی ہو جو اس چھوٹی دیوار کے اندر ہی نہ گری ہو اس

۲۰٤۔ فتح القدیر، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۵۰۰

۲۰۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب بیان مناسك منی، فصل اوّل، ص ۲۰۰

لئے وہاں پڑی ہوئی کنکری میں احتمال بہر حال موجود ہے کہ یہ ماری ہوئی کنکری ہے نہ کہ گری ہوئی۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ وہاں پڑی ہوئی کنکری رمی کے لئے نہ اُٹھائی جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۲ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۱ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 25-F)

کنکریوں کو دھونا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ سے رمی کے لئے کنکریاں چُن کر انہیں دھو لینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس سال مزدلفہ ایک شخص کو میں نے سنا کہ وہ دوسروں کو کنکریاں دھونے سے منع کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے برائے مہربانی اگر کوئی اس کا ثبوت ہماری فقہ کی کتابوں میں ہو تو بتائیے تاکہ ہمارا دل مطمئن ہو کہ ہم ہمیشہ سے یہی عمل کرتے ہیں؟

(السائل: محمد رضوان بکالی، لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: رمی کے لئے چُنی گئی کنکریوں کو دھونا جائز ہے کیونکہ کنکری اگر یقینی نجس (ناپاک) ہے تو اس سے رمی کرنا مکروہ ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱٦۱ھ لکھتے ہیں:

و لو رمی بمتنجّسة بیقین کره (۲۰٦)

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و یکره أنْ یرمیَ بمتنجّسةٍ بیقینٍ ملخصاً (۲۰۷)

یعنی، ایسی کنکری سے رمی کرنا مکروہ ہے کہ جس کا ناپاک ہونا یقینی ہو۔

اور اگر کنکری یقیناً ناپاک نہیں تو بغیر دھونے کے ان سے رمی کرنا مکروہ نہیں چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

۲۰٦۔ الفتاوی الهندیة: ۱/ ۲۳۳

۲۰۷۔ الدّرّ المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، ص ٦۱۰

و أما بدونِ تيقُّنٍ فلا يكرهُ لأنّ الأصل الطهارةُ

یعنی، نجاست کے یقین کے بغیر کراہت نہیں کیونکہ اصل طہارت ہے۔

کنکریوں کی نجاست کا یقین نہ ہو تو بغیر دھوئے اُن سے رمی اگر چہ مکروہ نہیں مگر اُن کو دھولینا مستحب ہے تا کہ یقینی پاکی حاصل ہو جائے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصيات قبل أن يرميها ليتقن طهارتها فإنه يقام بها قربة (۲۵۸)

یعنی، مستحب ہے کہ رمی سے قبل کنکریوں کو دھولے تا کہ ان کی پاکی کا یقین حاصل ہو جائے اس لئے کہ ان کے ذریعے قُربت قائم کی جائے گی۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و يستحب أن يغسل الحصاة (۲۵۹)

اور علامہ شامی لکھتے ہیں:

لكن ينـدبُ غَسلُها لتكون طهارتها متيقَّنةً كما ذكرَه في "البحر" و غيره (۲۶۰)

یعنی، لیکن کنکریوں کو دھونا مندوب (یعنی مستحب) ہے تا کہ ان کی پاکی یقینی ہو جائے جیسا کہ اسے "بحر الرائق" (۲۶۱) وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔

اور فی زمانہ حاجیوں کی کثرت کے باعث مشاہدہ یہ ہے کہ لوگ پہاڑوں اور رستوں کے اطراف میں پیشاب و پاخانہ کر دیتے ہیں اس لئے کنکریوں کے ناپاک ہونے کا قوی

۲۵۸۔ فتح القدير، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله: يأخذ الحصى الخ، ص ۵۰۰

۲۵۹۔ مجامع المناسك و نفع الناسك، باب المزدلفة، فصل في رفع الحصاة، ص ۱۷۰، المطبعة المحمودية بالقسطنطينية ۱۲۸۹ھ، ص ۲۶۱ مطبوعة: أفغانستان

۲۶۰۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب (۵) الحج، مطلب في جمرة العقبة ص ۶۱۰

۲۶۱۔ البحر الرائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قوله فلم جمرة العقبة ص ۳۴۵

احتمال ہوتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ اُن کو دھو لیا جائے چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

فنقول: ينبغي أن تكون الحصاة مغسولة (۲۶۲)

اور علامہ نظام الدین حنفی اور جماعت علماء ہند نے لکھا کہ

ينبغي أن تكون مغسولة (۲۶۳)

یعنی، کنکریوں کا دُھلا ہوا ہونا مناسب ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۴ ذی الحجة ۱۴۲۸ھ، ۲۳ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 29-F)

تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اگر تیرہ ذوالحجہ کو منیٰ میں رُک جائے اور اس پر اس تاریخ کی رمی واجب ہو جائے تو وہ کس وقت رمی کرے کیا گیارہ اور بارہ تاریخ کی رمی کی طرح زوال کے بعد ہی رمی کر سکتا ہے؟ اس سے قبل بھی اُسے رخصت ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: حاجی اگر بارہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد منیٰ سے جانا چاہے تو شریعت مطہرہ نے اُسے اجازت دی ہے اگر چہ غروب آفتاب کے بعد تیرھویں تاریخ کی رمی کئے بغیر جانا معیوب قرار دیا گیا ہے۔

اور تیرھویں تاریخ کو رمی کا وقت طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہے مگر زوال سے غروب تک مسنون اور اس سے قبل مکروہ ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۲۶۲۔ المحيط البرهاني، المجلد (۳)، كتاب (۳) المناسك الفصل الثالث تعليم أعمال الحج، ص ۴۰۶

۲۶۳۔ الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب المناسك الباب الخامس في الإحرام، ص ۲۳۳

رمی درروز اخیر اعنی روز سیزدہم از طلوعِ فجر است تا غروبِ شمس الّا آنکہ قبل از زوال وقت کراہت است وبعد از زوال تا غروب وقت مسنون است نزد ابی حنیفہ ونزد صاحبیہ جائز نباشد رمی قبل الزوال درین روز چنانچہ در دو روز سابق(٢٦٤)

یعنی، آخری دن تیرھویں تاریخ کو رمی کا وقت (تیرھویں تاریخ کی طلوعِ فجر سے (اس تاریخ کے) غروبِ آفتاب تک ہے مگر یہ کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک قبل الزوال وقتِ کراہت ہے اور زوال کے بعد سے غروبِ آفتاب تک مسنون اور (امام ابو حنیفہ کے دو شاگردوں) امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس روز زوال سے قبل رمی جائز نہ ہوگی جیسا کہ سابقہ دو دنوں (یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ) میں (زوال سے قبل رمی ان کے نزدیک جائز نہیں)۔

اور علامہ نظام الدین حنفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و أما وقته في اليوم الرابع فعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى من طلوع الفجر إلى غروب الشمس إلا أن ماقبل الزوال وقت مكروه، و ما بعده مسنون۔ كذا في "المحيط السرخسي"(٢٦٥)

یعنی، مگر چوتھے دن کی رمی کا وقت تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہے مگر یہ کہ زوال (آفتاب) سے قبل وقت مکروہ ہے اور اس کے بعد مسنون ہے، اسی طرح ''محیط سرخسی'' (٢٦٦) میں ہے۔

٢٦٤۔ حيلة القلوب في زيارة المحبوب، باب دهم در رمی حمار، فصل چهارم دربيان وقت رمی حمار، ص ٢١٧

٢٦٥۔ الفتاوى الهندية المجلد (١)، كتاب المناسك، الباب الخامس في كيفية أداء الحج، و الكلام في الرمي، ص ٢٣٣

٢٦٦۔ محيط السرخسي، كتاب الحج، باب يدفع قبل طلوع الشمس الخ، الفصل الثامن، ص ٢٣٠

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہت سنّت کے مقابلے میں ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے اور جو کراہت سنّت کے مقابلے میں ہو وہ تنزیہی ہوتی ہے نہ کہ تحریمی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٢ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢١ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 24-F)

رمی کے وقت طہارت کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمرات کی رمی میں باوضو ہونا ضروری ہے یا بغیر وضو کے بھی جائز ہے؟

(السائل:)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: رمی کے لئے طہارت شرط نہیں ہے نہ ہی واجب اور نہ مسنون بلکہ مستحب ہے یعنی رمی کے لئے مستحب ہے کہ رمی کرنے والا باوضو ہو، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ رمی کے مستحبات میں لکھتے ہیں کہ:

دویم طہارت از حدثِ اصغر و اکبر(٢٦٧)

یعنی، رمی کا دوسرا مستحب یہ ہے کہ (رمی کرنے والا) حدث اصغر (بے وضو ہونے) اور حدث اکبر سے پاک ہو (یعنی اس پر غسل فرض نہ ہو)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ١٢ ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ٢١ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 22-F)

نابالغ پر نہ دم شکر لازم ہے نہ دم جبر

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر سال

٢٦٧۔ حيلة القلوب في زيارة المحبوب، باب دهم در رمی حمار، فصل دويم در شرائط صحت رمی حمار، ص ٢١٤

اس گروپ میں کچھ بچے بھی اپنے والدین کے ساتھ حج کو آتے ہیں اور اُن کے والدین حج تمتع کرتے ہیں اور دس ذوالحجہ کو رمی کے بعد وہ جانور ذبح کرواتے ہیں یعنی قربانی کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی قربانیاں بھی کرتے ہیں تو اُن کے والدین پر جانور قربانی کرنا تو واجب تھا مگر بچوں کی طرف سے جانور قربان کرنا کیا ہے؟ اسی طرح بڑوں سے کوئی جُرم سرزد ہو جائے کہ جس میں دَم لازم آتا ہو تو اُن کو دم دینا لازم ہوتا ہے اور اگر وہی جُرم بچوں سے سرزد ہو جائے تو کیا اُن پر بھی کچھ لازم ہوگا؟

(السائل: محمد رضوان ہارون، لبیک حج وعمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: شریعت مطہرہ نے بیشتر معاملات میں بالغ اور نابالغ میں فرق کیا ہے، اُن میں سے ایک لزومِ دَم ہے، دَم چاہے حجِ تمتع یا حجِ قران کا ہو کہ جسے دَمِ شکر کہا جاتا ہے یا دَم کسی جُرم کا ہو کہ جسے دَمِ جبر کہا جاتا ہے۔

بچے پر دَمِ شکر اس لئے واجب نہیں ہے کہ اس کے وجوب کی شرطوں میں سے ایک شرط بالغ ہونا ہے اور یہ شرط بچے میں مفقود ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ بن قاضی ابراہیم سندھی حنفی (۲۶۸) اور اُن سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی (۲۶۹) متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

و شرائطُ وجوب الذّبح: القُدرةُ عليه و صحّةُ القِران، أو التمتُّعِ و العقل، و البلوغ، و الحرّيّة، فيجبُ على المملوكِ الصومُ لا الهدیَ

یعنی، ذبح کے وجوب کی شرطیں یہ ہیں: ذبح پر قدرت رکھتا ہو، صحتِ قران وتمتع (جب کہ ''ردالمحتار'' میں صرف قران کا ذکر ہے)، عقل، بالغ ہونا، آزاد ہونا، پس مملوک پر روزے واجب ہیں نہ کہ جانور ذبح کرنا۔

اور ''لُباب'' کی عبارت ''بالغ ہونا'' کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

۲۶۸۔ لُباب المناسك مع شرحه، ص ۲۹۰

۲۶۹۔ ردالمحتار على الدر المختار، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب (۱) القران، تحت قوله: و ذبح للقران، ص ۶۳۶

أی لعدم الوجوب على الصبيّ مميزًا أو غيره (۲۷۰)

یعنی، بچہ چاہے سمجھدار ہو یا بے سمجھ اس پر قربانی (یعنی دَمِ قران وتمتع) واجب نہیں۔

اور بچے پر کسی جرم کے ارتکاب پر دَمِ جبر لازم نہ ہونے کے بارے میں علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

الواجبُ دمٌ على مُحرِمٍ بالغٍ فلا شئٌ على الصّبيّ خلافاً للشافعيّ (۲۷۱)

یعنی، واجب دَمِ مُحرِم بالغ پر ہے پس بچے پر کوئی شئ نہیں بر خلاف امام شافعی کے۔

اور بچوں کی طرف سے اُن کے وارث اگر کوئی قربانی کرتے ہیں تو کر سکتے ہیں اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اگرچہ اُن پر واجب نہیں کہ وہ بچوں کی طرف سے جانور ذبح کریں مگر یاد رہے کہ وارث بچے کے پیسوں سے یہ قربانی نہیں کر سکتا کہ اس پر واجب نہیں اور اپنے پیسوں سے چاہے تو کر سکتا ہے۔ اور اگر بچے کے پیسوں سے قربانی کی تو اُسے لازم ہوگا کہ بچے کے پیسے اپنے جیب سے بھرے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱٤ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۳ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 28-F)

حج میں قربانی کے لئے ٹوکن خریدنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایام حج سے قبل اور ایام حج میں قربانی کے ٹوکن فروخت ہوتے ہیں اور ان کی خرید کی حکومتی سطح پر ترغیب بھی دلائی جاتی ہے، اور لوگ کثیر تعداد میں یہ ٹوکن خریدتے بھی ہیں، تو قربانی کے ٹوکن خریدنا

۲۷۰۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب القران، فصل فی هدی القارن و المتمتّع، ص ۲۹۰

۲۷۱۔ الدر المختار مع ردّ المحتار، المجلد (۳)، كتاب (٥) الحج، باب (۳) الجنايات، ص ٦٥١

کیسا ہے جب کہ ریٹ بھی مناسب ہو؟

(السائل:سید حرم رضا،مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: حنفی مذہب میں متمتع اور قارن حاجی کے لئے دس تاریخ کی رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے یعنی پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی کرے پھر قربانی کرے اس کے بعد حلق کروائے یا تقصیر۔اور اگر اس نے ترتیب جان بوجھ کر یا بھولے سے بدل دی یا ترتیب کسی عذر کی بنا پر بدل گئی اگرچہ اس کے اپنے فعل سے نہ ہو بہر صورت ترکِ ترتیب کی وجہ سے اس پر دَم لازم آتا ہے اور یہ مسئلہ فقہ حنفی کی ہر وہ کتاب میں کہ جس میں مناسکِ حج مذکور ہیں بالتصریح موجود ہے جیسا کہ "لُباب المناسك للعلامة رحمة الله السندی الحنفی و "مجامع المناسك و نفع الناسك" (المعروف بمناسك كبير للعلامة رحمة الله السندی الحنفی)، المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط للقاری (الهروی الحنفی)، و "المسالك فی المناسك" للكرمانی الحنفی، و حياة القلوب فی زيارة المحبوب للمخدوم محمد هاشم التتوی الحنفی، و "غنية الناسك فی بغية المناسك"، و "الدر المختار"، و "رد المحتار"، و "البحر الرائق"، و "النهر الفائق"، و "منحة الخالق"، و "الجوهرة النيرة"، و "حاشية الطحطاوی علی الدر المختار" وغيرها

اور جس سے حاجی نے ٹوکن خریدا وہ حاجی کی طرف سے وکیل ہے دَم سے بچنے کے لئے لازم ہے کہ وہ وکیل حاجی کے جمرۂ عقبہ کی رمی کر لینے کے بعد اس کی طرف سے جانور ذبح کرے اگر رمی سے قبل جانور ذبح ہو گیا تو بھی ترتیب واجب کا ترک لازم آیا اور اگر حاجی نے رمی کے بعد جانور ذبح ہونے سے قبل حلق یا تقصیر کروائی تو بھی واجب ترتیب کا ترک متحقق ہو گیا اور حاجی پر دَم لازم آ گیا، ٹوکن بیچنے والے حاجی سے پیسے لے کر اُسے رسید دے دیتے ہیں اور اُسے وقت بتایا جاتا ہے کہ تیری قربانی فلاں وقت ہو گی اس وقت تک حاجی اگر رمی نہ کر سکا اور شیڈول کے مطابق جانور ذبح ہو گیا تو حاجی پر دَم لازم آ جاتا ہے، کیونکہ ضروری نہیں حاجی

اس تاریخ کو دیئے گئے وقت سے قبل رمی کر لے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حاجی کو رمی میں تاخیر ہو جاتی ہے، اسی طرح حاجی نے رمی کر لی جو وقت دیا گیا تھا اس پر اس کی طرف سے جانور ذبح نہ ہوا اور اس نے حلق کروالیا تو ترکِ ترتیب کی وجہ سے حاجی پر دَم لازم ہو گیا۔

اطلاعات یہی ہیں کہ حج کی قربانی سارا سال جاری رہتی ہیں کیونکہ احناف کے علاوہ دیگر کے نزدیک یہ ترتیب واجب نہیں بلکہ سنّت ہے اس لئے وہ اس کا خصوصی اہتمام نہیں کرتے، اور پھر یہ بھی کیا معلوم کہ وہ لوگ قربانی کرتے ہیں یا بالکل کرتے ہی نہیں کیونکہ اس سال یہاں کے اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ چودہ ایسی کمپنیوں کی نشاندہی ہوئی ہے جو قربانی کے جعلی ٹوکن فروخت کرتی تھیں چنانچہ اخبار "اردو نیوز" میں ہے:

۱۴ کمپنیوں کے متعلق جعلی ٹوکن فروخت کرنے کے واضح ثبوت ملے ہیں(۲۷۲)

لہٰذا ٹوکن پر بھروسہ کرنا دانشمندی نہیں، حاجی صاحبان کو چاہئے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کریں ورنہ ایسے شخص کو جو دیندار ہو جسے وہ جانتے ہوں وکیل مقرر کریں اور رمی کے بعد اسے فون پر اپنی رمی ہو جانے کی اطلاع دیں اور وہ قربانی کر کے آپ کو اطلاع دے پھر آپ حلق کروائیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۲۱ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱ ینایر ۲۰۰۸ م (New 37-F)

اناج وغیرہ میں صدقہ کی جگہ قیمت ادا کرنے کے بارے میں سوال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں جو صدقہ لازم ہو جائے اسے میں کوئی شخص جس جنس سے صدقہ لازم ہوا وہ نہ دے قیمت دینا چاہے مثلاً آدھا صاع گندم کی جگہ اس کی قیمت دینا چاہے تو کس جگہ کی قیمت کا اعتبار کرے جس جگہ صدقہ لازم ہوا یا جس جگہ وہ ادا کر رہا ہے؟

(السائل: خرم عبد القادر)

۲۷۲۔ اردو نیوز، ص ۲، جمعہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷ء

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صدقہ میں اس جگہ کی قیمت معتبر ہو گی جہاں وہ صدقہ دے رہا ہے اگر وہ حرم مکہ میں صدقہ دیتا ہے تو وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور اگر اپنے وطن میں دیتا ہے تو اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٤ ینایر ٢٠٠٨ م (New 42-F)

صدقہ حدودِ حرم میں ادا کرنا ضروری نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج یا عمرہ میں اگر کسی وجہ سے صدقہ لازم ہو جائے تو صدقہ حدودِ حرم میں دینے میں مشکل ہو جاتی ہے تو کیا کرے صدقہ وہاں دے یا اپنے وطن آ کر دے؟

(السائل: یوسف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یہ بات نہیں ہے کہ وہاں مستحق نہیں ملتے جستجو کرنے سے ایسے فقراء مل سکتے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ صدقہ حرم کے مسکینوں کو دے کہ وہاں دینے میں ثواب زیادہ ہے ہاں اگر وہاں ایسا نہ ملے جسے صدقہ دینا جائز ہے تو وطن واپس آ کر وہاں کے فقیروں کو دے دے، چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی (۲۷۳) متوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماءِ ہند (۲۷٤) کی ایک جماعت نے نقل کیا کہ:

الأفضل أن يتصدّق على فقراء مكة، و لو تصدّق على غير فقراء مكة جاز،

یعنی، اور افضل یہ ہے کہ وہ مکہ کے فقراء پر صدقہ کرے، اور اگر اس نے

٢٧٣ـ المحيط البرهاني، المجلد(٣)، كتاب (٣) المناسك، الفصل الخامس: ما يحرم على المحرم و ما لا يحرم، نوع في لبس المخيط، ص٤٢٩، برقم: ٣٣١١

٢٧٤ـ الفتاوى الهندية، المجلد(١)، كتاب الحج، الباب الثامن في الجنايات، الفصل الثالث في حلق الشعر و قلم الأظفار، ص٢٤٤

مکہ کے علاوہ فقراء پر صدقہ کیا تو جائز ہے، اسی طرح ''محیط'' میں ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٧ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٥ ینایر ٢٠٠٨ م (New 43-F)

حنفی وشافعی مذہب میں مُتمتّع کا حج سے قبل عمرے کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حجِ تمتع کرنے والے کے لئے پہلے عمرے کے بعد دیگر عمرے کرنا حنفی مذہب میں جائز ہے کیا شافعی مذہب میں بھی یہی حکم ہے یا نہیں کیونکہ کئی لوگ حجاج کرام کو حج میں عمرے کرنے سے منع کرتے ہیں؟

(السائل: محمد سلیم ولد احمد، لبیک حج گروپ، مکہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: حنفی مذہب: ہمارے مذہب میں وہ مُتمتّع جو جانور ساتھ نہیں لایا اس کے حق میں حج سے قبل عمرے ادا کرنا جائز ہے چنانچہ علامہ حسین بن سعید عبد الغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

قال العلامة ابن عابدين في "منحة الخالق حاشية البحر الرائق" من باب التّمتّع ما نصّه و "قد ذكر في "اللباب": أنّ المتمتّع لا يعتمر قبل الحج، قال شارحه: هذا بناء على أنّ المكّي ممنوع من العمرة المفردة أيضاً، و قد سبق أنه غير صحيح بل إنه ممنوع من التّمتّع و القران و هذا المتّمتّع آفاقي غير ممنوع من العمرة، فجاز له تكرارها لأنها عبادة مستقلّة أيضاً كالطّواف اهـ

و في "حاشية المدنيّ" أنّ ما في "اللباب" مسلّم في حق المتمتّع للهدي أما غير السائق فلا لأنه خلاف مذهب

أصحابنا جميعاً لأن العمرة جائزة في جميع السّنة بلا كراهة إلّا في خمسة أيامٍ لا فرق في ذلك بين المكّي و الآفاقي كما صرّح به في "النهاية" و "المسبوط" و "البحر" و أخي زاده، و العلامة قاسم و غيرهم اهـ(٢٧٥) بلفظه قلت: فما يفعله جهلة معلميّ الغرباء من منعهم من إتيان العمرة للمتمتّع الذي لم يسق الهدي هو على خلاف المذهب و يتسبّب عن المنع المذكور حرمان الغرباء من عبادة لها ثوابٌ عظيمٌ لا يتيسر لهم فعلها في بلادهم، و ربما ضاق عليهم الوقت، فلا يمكنهم فعلها بعد نزولهم من عرفات و لا حول و لا قوة إلا بالله العلي العظيم(٢٧٦)

یعنی، علامہ سید محمد امین ابن عابدین نے ''منحۃ الخالق حاشیۃ بحر الرائق'' کے باب تمتّع میں فرمایا کہ ''لُباب'' میں ذکر کیا گیا کہ مُتمتّع حج سے قبل عمرہ نہیں کرے گا اور اس کے شارح (ملّا علی قاری) نے (اس کے تحت) فرمایا کہ یہ اس بنا پر (کہا گیا) کہ مکی کو عمرہ مفردہ سے بھی روکا گیا ہے، پہلے گزرا کہ (یہ قول) درست نہیں بلکہ مکی کو تمتّع اور قران سے روکا گیا ہے اور یہ متمتّع (کہ جس کی بات ہو رہی ہے) آفاقی ہے جسے (شرعاً) عمرہ سے نہیں روکا گیا تو اس کے لئے عمرہ کا تکرار جائز ہے کیونکہ طواف کی مثل عمرہ بھی ایک مستقل عبادت ہے۔اھ

اور ''حاشیۃ المدنی'' میں ہے کہ جو ''لُباب'' میں ہے وہ اس مُتمتّع کے حق میں تسلیم کیا گیا ہے جو جانور ساتھ لایا ہے مگر وہ مُتمتّع جو جانور ساتھ نہیں

٢٧٥۔ منحة الخالق على البحر الرائق، المجلد(٢)، كتاب الحج، باب التمتع، ص٣٦٦

٢٧٦۔ إرشاد الساري إلى مناسك الملا على القاري، باب التمتع، فصل المتمتع على نوعين، ص٣١٩۔٣٢٠

لایا اس کے حق میں تسلیم نہیں کیونکہ (یہ قول) ہمارے تمام اصحاب احناف کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ عمرہ پانچ دنوں کے علاوہ پورا سال بلا کراہت جائز ہے اور اس میں مکی اور آفاقی کے مابین کوئی فرق نہیں جیسا کہ اس کی تصریح صاحب نہایہ نے ''نہایہ'' میں، صاحب مبسوط نے ''مبسوط'' میں، صاحبِ بحر نے ''بحر الرائق'' میں اور اَخی زادہ اور علامہ قاسم (بن قطلو بغا) وغیرہم نے فرمائی ہے۔

(علامہ حسین مکی حنفی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ باہر سے آنے والے جاہل مُعلِّم جو کرتے ہیں وہ مذہب (حنفی) کے خلاف ہے اور مذکور منع میں باہر سے آنے والے حاجیوں کو ایسی عبادت سے محروم کرنا ہے کہ جس میں عظیم ثواب ہے اور اس عبادت کو ان کے اپنے شہر میں ادا کرنا ممکن نہیں، اور بسا اوقات حاجیوں پر وقت تنگ ہوتا ہے (کہ حج کے بعد فوراً اُن کی واپسی ہوتی ہے) تو اُن کے لئے عرفات سے واپسی کے بعد اس عبادت کو بجا لانا ممکن نہیں رہتا ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔

شافعی مذہب: شافعی مذہب میں بھی متمتّع کو حج سے قبل عمرے ادا کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ عمروں کی کثرت مستحب ہے، چنانچہ امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

ثم المعتمر إن كان متمتعاً أقام بمكة حلالاً يفعل ما أراد ......، فإذا أراد أن يعتمر تطوّعاً كان له ذلك و يُستحبّ الإكثار من الإعتمار كما سيأتي من باب المُقام بمكة إن شاء الله تعالىٰ (٢٧٧)

یعنی، پھر معتمر اگر متمتّع ہے تو مکہ میں بلا احرام ٹھہرے جو چاہے کرے ......پس جب نفلی عمرہ کرنے کا ارادہ ہو تو اُسے عمرہ ادا کرنا جائز

٢٧٧۔ شرح الإيضاح في المناسك مع حاشيته للهيتمي، الباب الثالث في دخول مكة الخ، الفصل الرابع في الوقوف بعرفات الخ، ص٣٠٨

ہے اور کثرت سے عمرے کو مستحب قرار دیا گیا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ "باب المقام بمکہ" میں عنقریب آئے گا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۸ ذی القعدہ ۱۴۲۸ھ، ۸ دیسمبر ۲۰۰۷ م (New 06-F)

حج کے بعد کسی کام سے مدینہ طیبہ جانے والے گروپ لیڈر کے لئے طواف وداع کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم گروپ لیڈروں کو بسا اوقات حج کے بعد فوراً گروپ کے کام سے مدینہ طیبہ بھی جانا پڑتا ہے اس صورت میں ہمیں طوافِ وداع کرنا لازم ہوگا یا نہیں جب کہ ہم نے اس دن یا دوسرے پھر مکہ لوٹنا ہوتا ہے اور لازم ہونے کی صورت میں بغیر طواف کئے چلے گئے تو ہم پر کیا لازم ہوگا؟

(السائل محمد رضوان ولد عبدالستار، لبیک حج گروپ اینڈ سروس، مکۃ المکرّمۃ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: طوافِ وداع آفاقی حاجی پر واجب ہے مفرد بالحج ہو یا مُتمتع یا قارن ہو، عمرہ کرنے والے آفاقی اور مکی ومیقاتی حاجی پر واجب نہیں اسی طرح وہ آفاقی جو حج کو آیا اور وقوفِ عرفہ نہ کر سکا اور وہ حاجی جو حج کا احرام باندھنے کے بعد کسی وجہ سے روک لیا گیا جیسے قید یا مرض وغیرہما، اور پاگل، بچے، حیض ونفاس میں مبتلا عورتیں جب کہ روانگی تک ان عوارض میں مبتلا رہیں ان سب پر بھی یہ طواف واجب نہیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

هـو واجب على الحاج الآفاقي المفرد و المتمتّع والقارن و لا يـجب على المعتمر (أي و لو كان آفاقياً) و لا على أهل مكة، و الـحـرم، و الـحـلّ، و المواقيت و فائت الحج و المحصر، و

الـمـجنون، و الصبي و الحائض و النُّفساء، و من نوى الإقامة الأبـدية (أي الاستيـطـان) بـمكة قبل حلّ النفر الأول من أهل الآفاق (۲۷۸)

یعنی، یہ آفاقی مفرد، متمتع اور قارن حاجی پر واجب ہے اور معتمر اگرچہ آفاقی ہو پر واجب نہیں اور راہلِ مکہ، اہلِ حرم، اہلِ حل، اہلِ میقات اور فائت الحج، محصَر، پاگل، بچے اور حیض ونفاس والی عورتوں، اور وہ آفاقی جو نفرِ اول سے قبل مکہ معظّمہ میں ہمیشہ اقامت کی نیت کرلے ان سب پر طواف وداع واجب نہیں ہے۔

اور وہ گروپ لیڈر آفاقی ہی ہوتے ہیں جب وہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ طواف اُن پر واجب ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و طواف الصدر واجب على الحاج إذا أراد الخروج من مكة (۲۷۹)

یعنی، طواف وداع (آفاقی) حاجی پر اس وقت واجب ہے جب وہ مکہ معظّمہ سے نکلنے کا ارادہ کرے۔

آفاقی حج کے بعد جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اس پر یہ طواف واجب نہیں اگرچہ وہ حج کے بعد مکہ مکرمہ میں سال بھر ہی کیوں نہ رہے اُس سے اِس طواف کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں ہے کیونکہ یہ واجب ان واجبات میں سے ہے کہ جس کا وقت مقرر نہیں اور ایسا واجب جو مؤقت نہ ہو اس کا ترک خُروجِ مکہ سے متحقق ہوتا ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ "تنویر الابصار" کی عبارت "طوافِ وداع کے ترک پر دَم لازم ہے" کے تحت لکھتے ہیں:

و لا يتحقّق الترك إلا بالخروج من مكة (۲۸۰)

۲۷۸۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاري)، باب طواف الصدر، ص ۲۷۹

۲۷۹۔ الفتاوى الهندية، المجلد (۱)، كتاب الحج، الباب الخامس في كيفية أداء الحج، ص ۲۳٤

۲۸۰۔ الدر المختار: ۳/٦٦٥

یعنی، ترک متحقق نہیں ہوتا مگر مکہ معظمہ سے نکلنے سے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّه ما دام فيها لم يُطالَبُ به ما لم يُرِدِ السَّفرَ (۲۸۱)

یعنی، جب تک وہ مکہ میں ہے اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جب تک وہ سفر کا ارادہ نہ کرے۔

اور اگر وہ طواف وداع کئے بغیر مکہ مکرمہ سے نکل جاتا ہے تو میقات سے گزرنے تک اس پر واجب رہتا ہے کہ وہ واپس لوٹے اور طواف وداع کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

يجب عليه العود بلا إحرام ما لم يجاوز الميقات (۲۸۲)

یعنی، اس پر بغیر احرام کے لوٹنا واجب ہے جب تک میقات سے نہ گزرے۔

اور جب وہ میقات سے گزر جاتا ہے تو اس پر لوٹنا واجب نہیں رہتا دم واجب ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

فإن جاوزه لم يجب الرّجوع و يجب الدّم (۲۸۳)

یعنی، اگر وہ میقات سے گزر جائے تو لوٹنا واجب نہیں دَم واجب ہے۔

اور میقات سے گزرنے کے بعد اگر طواف وداع کی ادائیگی اور اپنے آپ پر واجب دم کو ساقط کرنے کے لئے لوٹ آتا ہے تو احرام باندھ کر لوٹنا ہو گا کیونکہ جو بھی حرم میں داخل ہونے کے ارادے سے میقات سے گزرتا ہے اس پر حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آنا واجب ہوتا ہے، پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طواف وداع چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۲۸۱۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۳)، کتاب (۵) الحج، باب (۳) الجنايات، تحت قوله: و لا يتحقّق الترك، ص ٦٦٥

۲۸۲۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب طواف الصدر، فصل، ص ۲۸۰

۲۸۳۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، ص ۲۸۰

فإن رجع (أي بالإحرام) بدء بطواف العمرة ثم بالصدر (۲۸٤)

یعنی، پس اگر احرام باندھ کر لوٹ آیا تو پہلے عمرہ کا طواف کرے گا پھر طواف وداع۔

اور عمداً ترکِ واجب گناہ ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لكن العامد آثم أي بتركه (۲۸٥)

یعنی، لیکن قاصد واجب کے ترک میں گنہگار ہے۔

اور اس صورت میں وہ گناہ دَم دینے سے بھی معاف نہ ہو گا بلکہ اس کے لئے سچی توبہ لازم ہو گی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون ترک کرد بطریقِ تعمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آن اثم بغیر توبہ (۲۸٦)

یعنی، جب واجب کو جان بوجھ کر ترک کرے گا تو گنہگار ہو گا اگر چہ دَم دے دے اور وہ گناہ بغیر توبہ کے نہ اٹھے گا۔

جس دم دینے سے قصد پائے جانے کی صورت میں گناہ باقی رہتا ہے اس طرح اِعادہ کے ذریعے دَم ساقط کروانے کی صورت میں بھی گناہ باقی رہے گا جب کہ ترکِ واجب کا ارتکاب قصداً ہوا ہو۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۸ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۲۷ دیسمبر ۲۰۰۷م (New 32-F)

حِل کی طرف نکلنے والے آفاقی کے لئے طوافِ وداع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی آفاقی

۲۸٤۔ لُباب المناسك، ص ۲۸۰

۲۸٥۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط باب فرائض الحج، فصل فی واجباته ص ۸۰

۲۸٦۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة ص ٤٥

شخص حج ادا کرنے کے بعد طوافِ وداع کئے بغیر اگر جدّہ جانا چاہے جیسا کہ عموماً آفاقی حاجیوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان ایام میں جدّہ کا رُخ کرتے ہیں تو ان پر لازم ہوگا کہ وہ طوافِ وداع کر کے جائیں اسی طرح کوئی آفاقی حاجی ادائیگی حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم (مسجد عائشہ) جاتا ہے حالانکہ اس نے طوافِ وداع نہیں کیا ہوتا تو وہ حُدودِ حرم سے باہر جاسکتا ہے یا نہیں؟

(السائل: سید حرم رضا، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں نہ تو جدہ جانے والے آفاقی حاجی پر طوافِ وداع واجب ہوگا اور نہ ہی تنعیم یا حِل کے کسی اور مقام کو عمرہ یا غیر عمرہ کے ارادے سے جانے والے پر کیونکہ یہ طواف تو صرف اس آفاقی حاجی پر واجب ہوتا ہے جب وہ مواقیت خمسہ میں سے کسی میقات سے باہر جانے کا ارادہ کرے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لیس علی الخوارج إلی التنعیم وداع (أی طواف له) (٢٨٧)

یعنی طوافِ وداع تنعیم کی طرف نکلنے والے آفاقی حاجی پر واجب نہیں ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی مثلاً من مواضع الحلّ

یعنی، مواضعِ حِل کی طرف نکلنے والے پر طوافِ وداع نہیں مثلاً تنعیم (یعنی مصنف نے تنعیم کا ذکر بطورِ مثال کے کیا ہے)۔

ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی ایسے شخص پر طوافِ وداع نہیں سوائے امام ثوری کے کوئی اس کا قائل نہیں کہ وہ ایسے شخص پر طوافِ وداع کو واجب قرار دیتے ہیں جیسا کہ مُلّا علی قاری حنفی نے المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط (٢٨٨) میں ذکر کیا ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ١٩ ذی الحجۃ ١٤٢٨ھ، ٢٨ دیسمبر ٢٠٠٧م (New 33-F)

٢٨٧۔ لُباب المناسك (مع شرحه للقاری)، باب طواف الصّدر، فصل، ص ٢٨١

٢٨٨۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب طواف الوداع، ص ٢٨١

حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانا اور واپس آکر عمرہ کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کی سعی نہ کی تھی کہ اُسے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا وہ مدینہ طیبہ گیا واپسی میں عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ آکر عمرہ کیا، پھر اس طرح مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا تو بغیر سعی کے مدینہ طیبہ چلا گیا پھر واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اور عمرہ ادا کیا اس صورت میں جب کہ اس شخص پر حج کی سعی باقی تھی مذکورہ شخص کے لئے شرع مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد فتانی، الفتانی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: یاد رہے کہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور یہ اُن واجبات میں سے ہے کہ جس کے لئے کوئی ایسا وقت مقرر نہیں کہ جس میں اسے ادا کرنا واجب ہو اور اس وقت کے نکل جانے کے بعد حاجی پر کوئی دَم یا صدقہ وغیرہما لازم آتے ہوں یا اس وقت کے نکل جانے کے بعد یہ واجب ہو جائے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لیس له وقتٌ یَفُوْتُ بفوته (٢٨٩)

یعنی، اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ جس کے گزر جانے سے وہ فوت ہو جائے۔

اور سعی کے غیر مؤقّت ہونے کے بارے میں امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لأن السعی غیر مؤقّت (٢٩٠)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤقّت ہے۔

٢٨٩۔ ردالمحتار علی الدر المختار، المجلد (٣)، کتاب (٥) الحج، باب (٣) الجنایات، تحت قوله: و لا یتحقّق الترك الخ، ص ٦٦٥

٢٩٠۔ المسالك فی المناسك، المجلد (١)، فصل: الترتیب منه ص ٤٧٣

لہٰذا سعی کے غیر مؤقّت ہونے کی وجہ سے اسے جب بھی ادا کرے ادا ہو جائے گی اگر چہ بلاعذر تاخیر نہیں کرنی چاہئے کہ خلافِ سنّت ہے اس لئے مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه يكره له (۲۹۱)

یعنی، مگر یہ کہ حاجی کو سعی (ایام نحر سے) مؤخّر کرنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔

اور حاجی جب سعی کئے بغیر مکہ مکرمہ سے چلا جاتا ہے تو گویا وہ سعی کو چھوڑ گیا کیونکہ خُروج سے ترک متحقق ہو گیا اور اس پر لازم ہوا کہ جب تک وہ میقات سے نہ نکلا بلا احرام لوٹ آئے اور سعی کرے لیکن جب میقات سے نکل گیا تو اس پر دَم لازم آ گیا کہ وہ حج کا ایک واجب چھوڑ کر گیا ہے لیکن اگر وہ دم نہیں دیتا اور واپس آ کر سعی کر لیتا ہے تو ترکِ سعی کا دَم ساقط ہو جائے گا لیکن افعالِ حج کی تکمیل سے قبل احرام عمرہ سے دو عبادتوں حج وعمرہ کو جمع کرنے والا ہو گیا اس وجہ سے اس پر دَم ہو گا جیسا کہ حیاۃ القلوب (۲۹۲) میں ہے۔

اس لئے اسے عمرہ کو چھوڑ کر حج کا باقی رہا ہوا ایک فعل یعنی سعی کرنی ہو گی اور دَم کے ساتھ عمرہ کی قضاء بھی لازم ہو گی۔

ایسے افراد کو چاہئے کہ حج کے بعد میقات سے باہر نکلنے سے قبل سعی (بشرطیکہ منیٰ روانگی سے قبل سعی نہ کر لی ہو) اور ایک نفلی طواف کر لیا کریں تو سعی سے حج کا واجب اور نفلی طواف سے طوافِ وداع جو کہ ہر آفاقی حاجی پر واجب ہے ادا ہو جائے گا۔ بہتر تو یہی ہے کہ حج کی سعی طوافِ زیارت کے ساتھ یا منیٰ روانگی سے قبل احرام حج کے بعد ایک نفلی طواف کے بعد کر لیں اور اعمالِ منیٰ سے فراغت کے بعد پہلی فرصت میں ایک نفلی طواف کر لیا کریں کہ اُن لوگوں کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں کب کسی کام مدینہ طیبہ جانا پڑ جائے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ۲۲ ذی الحجة ۱٤۲۸ھ، ۱ يناير ۲۰۰۸ م (New 36-F)

۲۹۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل فی الجناية فی السعی، ص ۳۹۳

۲۹۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دهم، فصل ششم، در بیان کیفیۃ رجوع بعد فراغ رمی جمار، ص ۲۲۲۔۲۲۳

حج کی سعی کئے بغیر مدینہ طیبہ جانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں حج کی سعی ابھی نہ کی تھی کہ مجھے ضروری کام سے مدینہ طیبہ جانا پڑ گیا اور میں نے وہاں سے واپسی پر عمرہ کا احرام باندھ لیا کہ احرام نہ باندھتا تو دَم لازم آتا پھر آ کر عمرہ ادا کیا اور اس کے بعد عمرہ کی سعی کی اب مجھ پر کیا لازم ہو گا؟

(السائل: محمد قتانی، القتانی ٹریڈرز)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایک دَم لازم ہو گا چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں کہ امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی حنفی نے لکھا ہے:

قال: والعمرة لا تضاف إلى الحج، و الحج يضاف إلى العمرة قبل أن يعمل منهما شيئًا و بعد أن يعمل هكذا نقل عن ابن عباس رضی الله عنهما و هذا لأن الله تعالى جعل العمرة بداية و الحج نهاية بقوله تعالى: ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ﴾ (۲۹۳) فمن أضاف الحجة إلى العمرة كان فعله موافقاً كما في القران، ومن أضاف العمرة إلى الحج كان مخالفاً للقران فكان مُسيئاً من هذا الوجه (۲۹٤)

یعنی، عمرہ حج کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور حج عمرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ اس نے ان دونوں میں سے کسی کے افعال میں سے کچھ ادا نہ کیا ہو اور اس وقت بھی جب کچھ افعال ادا کر لئے ہوں اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ

۲۹۳۔ البقرة: ۲/۱۹٦

۲۹٤۔ المبسوط للسرخسی، المجلد (۲)، الجزء (٤)، باب الجمع بين الإحرامين، ص ۱٦٤۔۱٦٥

تعالیٰ نے اپنی فرمان ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ میں عمرہ کو ابتداء اور حج کو انتہاء قرار دیا، پس جس نے حج کو عمرہ کی طرف مضاف کیا تو اس کا فعل موافق ہے جیسا کہ قران میں ہے اور جس نے عمرہ کو حج کی طرف مضاف کیا تو اس کا یہ فعل قران کے خلاف ہے پس ایسا کرنے والا اسی وجہ سے بُرا کرنے والا کہلائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شخصے احرام بست بعمرہ بعد از وقوف قبل الحلق یا بعد از حلق قبل از طواف زیارت یا بعد الحلق والطواف قبل از سعی بین الصفا والمروۃ یا بعد الحلق والطواف والسعی قبل رمی الجمار کہ در جمیع این صور واجب باشد بروی رفض عمرہ و نیز لازم آید بروی دم بواسطہ رفض و اگر رفض نکرد واجب آید بروی دم بواسطہ جمع میان دو نسک پس معلوم شد کہ آنچہ کثیر الوقوع می شود در اہل مکہ کہ احرام می بندند برائ عمرہ قبل از انکہ سعی نمایند برائ حج پس واجب آید برایشان دم بواسطہ جمع بین النسکین کما صرّح بذلك الشيخ علي القاري و حنيف الدين المرشدي في شرحيهما على المنسك المتوسط(۲۹۵)

یعنی، اگر کوئی شخص وقوفِ (عرفات) کے بعد حلق سے قبل یا حلق کے بعد طوافِ زیارت سے قبل یا حلق وطواف کے بعد صفا ومروہ کے مابین سعی سے قبل یا حلق وطواف وسعی کے بعد رمی جمار سے قبل عمرہ کا احرام باندھا تو ان تمام صورتوں میں اُسے عمرہ کا احرام توڑنا لازم ہے اور اس پر (عمرہ کا) احرام توڑنے کا دَم (اور عمرہ کی قضاء) لازم ہوگی اور اگر عمرہ کا احرام نہ توڑے تو بھی اس پر دو نُسک کو جمع کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہو گا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو اہلِ مکہ میں کثیر الوقوع ہے کہ سعی ادا

۲۹۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب دھم فصل ششم، ص ۲۲۲۔۲۲۳

کرنے سے قبل عمرہ کا احرام باندھ لیتے ہیں تو دو نُسک جمع ہونے کی وجہ سے ان پر دَم لازم آتا ہے۔ اسی طرح مُلّا علی قاری اور شیخ حنیف الدین مرشدی نے ''المنسک المتوسط'' پر اپنی اپنی شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔

یوم الأربعاء، ۸ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ، ۱۶ ینایر ۲۰۰۸ م (New 44-F)

خلافِ قانون چُھپ کر رہنے والوں کی نماز کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ عمرہ کے ویزہ پر عمرہ کے لئے جاتے ہیں اور مدت ویزہ ختم ہونے کے بعد واپس نہیں آتے حج کے لئے رک جاتے ہیں، وہاں چُھپ کر رہتے ہیں انہیں ڈر ہوتا ہے کہ پکڑے گئے تو واپس کر دیئے جائیں گے، اس صورت میں وہ نمازیں پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ لوگ قصر کریں گے کیونکہ اقامت کی نیت صحیح ہونے میں سے ایک شرط اقامت کرنے والا کا مستقل بالرائے ہونا بھی ہے اور ان لوگوں میں یہ شرط مفقود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خود معلوم نہیں کہ یہ کتنے دن یہاں رہیں گے کیونکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ جس دن بھی حکومت کو ان کی غیر قانونی موجودگی کا علم ہوا واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے غیر قانونی مقیم جب بھی پکڑ لئے جاتے ہیں تو انہیں وطن واپس کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا مدتِ اقامت کا انہیں علم نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ مسافر ہی رہیں گے اگرچہ خود ان کا پندرہ دن سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

الأصل من يمكنه الإقامة باختياره يصير مقيماً بنية نفسه و من لا يمكنه الإقامة لا يصير مقيماً بنية نفسه (۲۹۶)

۲۹۶۔ الفتاوی الهندية: ۱/۱۴۱

یعنی، اصل یہ ہے کہ جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن ہو تو وہ اقامت کی اپنی نیت کرنے سے وہ مقیم ہو جائے گا اور جسے اپنے اختیار کے ساتھ اقامت ممکن نہ ہو وہ نیت اقامت کرنے سے تو مقیم نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی طرح سے ان کو غلبۂ ظن ہو جائے کہ انہیں پندرہ دن یا اس سے زائد کا موقع مل جائے گا تو اقامت کی نیت درست ہو جائے گی، چنانچہ لکھتے ہیں:

و یکفی فی ذلك القصد غلبة الظن یعنی إذا غلب علی ظنه أنه یسافر قصر و لا یشترط فیه التیقّن کذا فی "التبیین" (۲۹۷)

یعنی، اس قصد میں غلبۂ ظن کافی ہے یعنی جب اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ سفر کرے گا تو قصر کرے اور اس میں یقین ہونا شرط نہیں، اسی طرح "تبیین الحقائق" میں ہے۔

اور ان لوگوں کو غلبۂ ظن حاصل ہونے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں جیسے کہ اُسے معلوم ہے کہ وہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں سے غالب یہی ہے کہ وہ پکڑا نہیں جا سکتا یا وہ ایام آ گئے جن میں اُسے معلوم ہے کہ اب حکومت نہیں پکڑتی یا حکومت نے اعلان کر دیا کہ ایسے لوگ کسی کاروائی کے تحت حج کے لئے رک سکتے ہیں یا اُسے علم ہو کہ ان ایام میں غیر قانونی طور پر رُکنے والے پکڑے بھی جائیں تو واپس نہیں لوٹائے جاتے وغیرہ۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٤ ینایر ٢٠٠٨ م (New 41-F)

مواجہ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زائرین جب حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوں تو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا ہاتھ چھوڑ کر؟ مشاہدہ یہ ہے کہ وہاں پر موجود کارندے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے سے

۲۹۷۔ الفتاویٰ الهندية، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ص ۱۹۸

روکتے ہیں، اور اگر وہ روکیں تو اس صورت میں زائر کو کیا کرنا چاہئے؟ پھر ہاتھ باندھ لے یا ہاتھ کھول کر کھڑا ہو جائے اور فقہاء کرام ہاتھ باندھنے اور کھولنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ باحوالہ ذکر کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

(السائل محمد عرفان ضیائی، الفتائی حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے مواجہ اقدس پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو ادب قرار دیا ہے کیونکہ وہ لوگ جو ہاتھ باندھنے سے منع کرتے ہیں وہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ اس بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑا ہو، چنانچہ ان کے مولوی عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز نے لکھا ہے کہ

اور نبی ﷺ کی قبر (انور) کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور دبی آواز سے آپ پر اس طرح سلام کرے۔ الخ (۲۹۸)

اسی طرح طلال بن احمد العقیل کے تحریر کردہ رسالہ "رہنمائے حج وعمرہ" میں ہے:

پھر نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس جائے اور اس کی طرف ادب و احترام اور پست آواز کے ساتھ اس طرح سلام کرے۔ الخ (۲۹۹)

اسی طرح سلسلۂ ارشادات للحاج والمعتمرین میں چھپنے والے چوتھے رسالہ میں ہے:

ثم یسنّ زیارة قبره ﷺ و السلام علیه و علی صاحبه، بأدب و خفض صوت و لا یجوز رفع الأصوات عند قبره ﷺ الخ (۳۰۰)

یعنی، پھر مسنون ہے کہ آپ ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کرے اور آپ اور آپ کے اصحاب (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی بارگاہ میں ادب اور دبی آواز سے سلام عرض کرے اور آپ ﷺ کی قبر انور پر آوازیں بلند کرنا جائز نہیں۔

۲۹۸۔ حج وعمرہ اور زیارت کے مسائل کی تحقیق الخ، فصل مسجد نبوی کی زیارت کا بیان، ص ۱۱۷
۲۹۹۔ رہنمائے حج وعمرہ، زیارت مسجد نبوی کا طریقہ، مدینۃ النبی، ص ۴۹
۳۰۰۔ الحج و العمرة مع أدعية مختارة، إرشادات لزائري مسجد الرسول ﷺ، ص ۷۴

مندرجہ بالا تین عبارات میں سے ایک میں ادب سے کھڑا ہونا اور دو میں ادب و احترام کے ساتھ سلام پیش کرنے کی تصریح ہے، اور ساری دنیا جانتی ہے کہ سینہ تان کر کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا نہیں کہا جاتا بلکہ عجز و انکساری سے کھڑے ہونے کو ادب کے ساتھ کھڑا ہونا کہتے ہیں اور اہلِ اسلام کے عرف میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب سے کھڑا ہونا کہلاتا ہے جب ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ادب و احترام کے ساتھ کھڑا ہونا ہے اور اس بارگاہ میں ادب و احترام کے ساتھ کھڑے ہونے کا حکم ہے تو ظاہر ہے کہ زائر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگا اور سلام عرض کرے گا۔

اور زائرین جانتے ہیں کہ وہاں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے نہیں دیا جاتا جب کہ ہاتھ باندھنے والوں پر بسا اوقات سختی بھی کی جاتی ہے خصوصاً جب کوئی شخص آگے کھڑا ہو تو اُسے ہاتھ باندھنے نہیں دیا جاتے، ایسی صورت میں ہم زائر کو یہی حکم دیں گے کہ اگر ہاتھ باندھنے نہ دیئے جائیں تو ہاتھ کھول دے کہ اس بارگاہ کا ادب یہی ہے کہ وہاں کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے اور آئندہ آگے آکر کھڑے ہونے سے احتراز کرے پیچھے یا درمیان میں کھڑا ہونا کہ ادب واحترام کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کچھ دیر سلام کا نذرانہ پیش کر سکے، لیکن ہم اُن روکنے والوں سے یہ پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ کیوں منع کرتے ہو؟ کیا آقا علاہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں امتی کا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا شرک ہے اگر شرک ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا عبادت ہوا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں، اگر یہی قاعدہ و اصول ہے پھر تو ہر وہ شخص جو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو بلا تأمل کہا جائے گا کہ یہ عبادت کر رہا ہے کیا اس وجہ سے کہ نماز میں حالتِ قیام میں ہاتھ باندھے جاتے ہیں اگر یہی وجہ ہو تو نماز میں تو نمازی رکوع میں جھکتا بھی ہے پھر تو جس شخص کو بھی جھکتے دیکھو سمجھ لو کہ عبادت میں ہے اور اگر کسی چیز کو اٹھانے کے لئے جھکتا دیکھو تو بلا سوچ و بچار کے کہہ دو کہ یہ شرک کر رہا ہے، اور نماز میں حالتِ قعدہ میں نمازی دو زانو ہو کر بھی بیٹھتا ہے پھر جس شخص کو بھی اس طرح بیٹھے دیکھو کہہ دو کہ عبادت کر رہا ہے اگر طالب العلم استاد کے آگے دو زانو بیٹھا قرآن پڑھ رہا

ہے تو کہہ دو کہ شرک کر رہا ہے حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ پہلے عبادت کو سمجھا جائے کہ عبادت کسے کہتے ہیں تا کہ تحقیقِ شرک کا فیصلہ دینے میں آسانی رہے

لُغت و تفسیر کی عام کُتب میں ایک ہی معنی ملتا ہے اَقْصٰی غَایَةُ الْخُضُوْعِ وَ التَّذَلُّلِ یعنی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری، مفسرین اس کی مثال سجدہ سے دیتے ہیں حالانکہ صرف سجدہ ہی عبادت نہیں بلکہ حالتِ نماز میں تمام حرکات و سکنات عبادت ہیں، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہونا، سجدہ اور اس کے بعد حالت التحیات میں دو زانو بیٹھنا، سلام کے لئے دائیں بائیں منہ پھیرنا، یہ سب عبادت ہیں، اگر عبادت صرف تذلّل و انکسار کے آخری مرتبہ کا نام ہے اور یہ آخری مرتبہ سجدہ ہی ہے تو کیا باقی چیزیں عبادت نہیں، اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا، اور اگر یہ ساری چیزیں مطلقاً عبادت ہیں تو اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کے سامنے اور بیٹا اپنے باپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھتا ہے یا اُن کی آمد پر کھڑا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ اس نے اپنے استاد یا باپ کی عبادت کی اور اُن کو معبود بنا لیا ہرگز نہیں۔ پھر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو ان حرکات و سکنات کو اگر نماز میں ہوں تو عبادت بنا دیتی ہے اور یوں کھڑے ہونے کو (ہاتھ باندھے یا کھولے ہوئے) اور اس طرح بیٹھنے کو اور دائیں بائیں منہ پھیرنے کو تذلّل کے آخری مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر یہی اُمور نماز سے خارج ہوں تو یہ ان کی غایتِ خُضوع ہے اور نہ یہ عبادت متصوّر ہوتے ہیں تو اس کا ممیز ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جس ذات کے لئے اور جس کے سامنے یہ افعال کئے جا رہے ہیں اس کے متعلق کرنے والے کا کیا عقیدہ ہے، اگر اس کو اللہ اور معبود یقین کرتا ہے تو یہ سب اعمال عبادت ہیں اور سب میں غایت تذلّل و خُضوع پایا جاتا ہے لیکن اگر اس کو عبد اور بندہ سمجھتا ہے نہ خدا، نہ خدا کا بیٹا، نہ اس کی بیوی، نہ اس کا اَوتار تو یہ اعمال عبادت نہیں کہلائیں گے۔ ہاں ان کو احترام اِجلال اور تعظیم کہا جا سکتا ہے، البتہ شریعتِ محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تعظیمی بھی ممنوع ہے'' الخ۔

یہ سمجھ لینے کے بعد اب بات خود بخود واضح ہوگئی کہ بارگاہِ رسالت علیہ التحیۃ والثناء میں

دست بستہ سلام عرض کرنے کی غرض سے کھڑا ہونے والا شخص ہاتھ باندھنے کی وجہ سے نہ عبادت کرنے والا کہلائے گا، اور نہ ہی اس کا یہ فعل شرک قرار پائے گا اور نہ ہی اس کے اس فعل کو غایتِ تذلّل وخضوع کہا جا سکتا ہے کیونکہ اُمّتی ہاتھ باندھ کر جب عرض کرتا ہے: السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا نبی اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ تو عبادت کی نفی ہو گئی جب عبادت کی نفی ہو گئی تو شرک خود بخود مُنتفی ہو گیا، اس لئے کہ وہ جس ذات کے لئے یا جس کی بارگاہ میں ہاتھ باندھے کھڑا ہے اُس ذات کو وہ ''اے اللہ کے رسول، اے اللہ کی نبی، اے اللہ کے حبیب'' کہہ کر مخاطب ہو رہا ہے تو کھڑے ہونے والے کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اللہ کے نبی ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ! وہ خُدا ہیں یا خدا کا بیٹا یا اس کا اَوتار ہے۔ لہٰذا اُمّتی اس عقیدہ پر جو بھی فعل بجا لائے، جو بھی عمل کرے اُسے عبادت کا نام نہیں دیا جا سکتا حتی کہ خدانخواستہ اگر کوئی سجدہ بھی کر لے تو عبادت کرنے والا قرار نہیں دیا جائے گا اور اس کا سجدہ تعظیمی کہلائے گا اور شریعت مطہرہ میں سجدۂ تعظیمی کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اس کے مُرتکب کو روکا جائے گا، مُشرک قرار نہیں دیا جا سکتا، وہ سخت گنہگار ہو گا مگر ایمان سے خارج نہیں ہو گا، ایمان سے خارج تب ہوتا جب معبود سمجھ کر سجدہ کرتا اور اس بارگاہ میں آنے والا کوئی شخص بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حضور ﷺ کو ''یا رسول اللہ'' کہہ کر مخاطب کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرک نہیں کر رہا؟

باقی رہی یہ بات کہ اُسے اگر بدعت کہا جائے تو مانعین کی تعریف کے مطابق یہ ہو گا حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا اس لئے یہ فعلِ بدعت ہے اور ایسا ممکن نہیں کیونکہ حضور ﷺ سے اُن کی اپنی ذات اور اپنی قبرِ انور کے لئے اس فعل کی دلیل کا پایا جانا ممکنات میں سے نہیں، اور حضور ﷺ کے دیگر صحابہ و شہداء کے مزارات پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو یہاں فرقِ مراتب کی وجہ سے بطورِ دلیل ذکر نہیں کیا جا سکتا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے افعال کو اگر سنّت میں شامل اور بدعت سے خارج مان لیا جائے تو صحابہ کرام کے مواجہ اقدس پر کھڑے ہونے کی کیفیت کو صحت کے ساتھ ثابت نہیں کیا جا سکتا اور اگر ثابت بھی ہو اور اس میں ارسال ہو تو اس

سے ہاتھ باندھنے کی نفی لازم نہیں آتی اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے ممانعت مروی نہیں ہے اور اگر مروی ہو تو صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور اگر صحت کے ساتھ ثابت بھی ہو تو بھی کسی فعل کے حرام ہونے کے لئے قولِ صحابی کافی نہیں۔ اور اگر قولِ رسول ہو اور صحت کے ساتھ ثابت ہو تو بھی کافی نہیں کیونکہ خبرِ واحد ہے اور خبرِ واحد ثبوتِ حرمت میں کفایت نہیں کرتی جیسا کہ اصولِ فقہ سے معمولی شغف رکھنے والے پر یہ سب مخفی نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی سب پر عیاں ہے کہ فعل کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا منع کے ثبوت کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور پھر یہ فعل ایسا ہے کہ جس پر اُمّت کا تعامل قدیم سے جاری ہے اور مذاہبِ اربعہ کے متقدر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں جب کہ عدمِ فعل اور منع پر نہ تعاملِ اُمّت ہے اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات چنانچہ فقہ حنفی میں مناسک حج و عمرہ کی مشہور و مستند کتاب ''لُباب المناسک وعُباب المناسک'' کے مصنف علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰/۹۹۴/۹۹۶ھ رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ثُم توجّه مع رعاية غاية الأدب فقام تجاهَ الوجه الشريف متواضعاً خاضعاً خاشعاً مع الذِّلّة و الانكسار، و الخشية و الوقار و الهيبة و الافتقار غاضّ الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب و اضعاً يمينه على شماله (أى تأدّباً على حال إجلاله۔ القارى) مستقبلاً للوجه الكريم مستدبراً للقبلة الخ (۳۰۱)
>
> یعنی، پھر رعایتِ ادب کے ساتھ دل سے مُتوجہ ہو اور چہرۂ اقدس کے سامنے تذلّل و انکسار، خشیت و وقار، ہیبت و افتقار کے ساتھ تواضع، خضوع وخشوع کرتے ہوئے آنکھیں بند کئے، اپنے اعضاء کو بے حرکت کرتے ہوئے اپنے دل کو (اپنے مقصود کے ماسوا سے) فارغ کرکے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے ہوئے (یعنی نبی ﷺ کے حالِ اجلال

۳۰۱۔ لُباب المناسك مع شرحه للقارى، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، ص۵۵۸

کے ادب کے مطابق ہاتھ باندھے) حضور ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کئے کھڑا ہو۔

مُلاّ علی قاری حنفی علامہ رحمت اللہ سندھی کے قول کہ قبلہ کی جانب اپنی پشت کئے کھڑا ہو کہ تحت لکھتے ہیں:

لأن المقام يقتضى هذه الحالة (٣٠٢)

یعنی، کیونکہ یہ مقام اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو۔

اور علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی لکھتے ہیں:

و ينبغى له فى حال وقوفه و جلوسه أن يضع يمينه على يساره كما فى الصلاة بأن يقبض بيمينه كوع يساره (٣٠٣)

یعنی، (حضور ﷺ کی بارگاہ) کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی حالت میں چاہئے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے جیسا کہ نماز میں، اس طرح کہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چوں فارغ شود از حمد و ثناء و دعا تجدید کند توبہ را پس باید کہ بیاید بسوئے قبر شریف ﷺ مع رعایت غایت ادب و خضوع و خشوع بسیار و تواضع و انکسار و قار پس باید چشم پوشیدہ و منع کند اعضاء خود را از حرکت و فارغ علائق ید قلب خود را از وساوس و علائق، و بہ بندد دست راست بر دست چپ خود چنانکہ در نماز و باید در وقت زیارت مستقبل وجہ شریف آنحضرت ﷺ مستدبر قبلہ و هو المستحب عند الأئمة الأربعة كما

٣٠٢۔ المسلك المتقسّط، ص٥٥٨

٣٠٣۔ حاشية العلامة ابن حجر الهيتمى على شرح الإيضاح فى مناسك الحج، الباب السادس فى زيارة قبر سيدنا مولانا رسول الله ﷺ، ص٤٨٨

صرّح به ابن جماعه و غيره (٣٠٤)

یعنی، جب حمد و ثناء اور دعا سے فارغ ہو تو نئے سرے سے توبہ کرے پھر قبر انور ﷺ کی طرف پورے ادب اور بہت خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری اور وقار کے ساتھ آئے پس آنکھیں بند کئے اپنے اعضاء کو کسی قسم کی حرکت سے روکے اپنے دل کو وساوس و علائق سے خالی کئے نماز کی طرح ہاتھ باندھے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے کھڑا ہو اور زیارت کے وقت آنحضرت ﷺ کے رُخِ انور کی طرف (اپنا) منہ اور قبلہ کی جانب (اپنی) پشت کئے کھڑا ہو اور ائمہ اربعہ کے نزدیک یہی مستحب ہے جیسا کہ ابن جماعہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور ہند کے مقتدر علماء کی جماعت نے متفقہ طور پر لکھا کہ

يقف كما يقف فى الصلاة (٣٠٥)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

اور اسی طرح علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

يقف كما يقف فى الصلاة (٣٠٦)

یعنی، حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایسے کھڑا ہو کہ جیسے نماز کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ نماز میں قیام اس حال میں ہوتا ہے کہ نمازی ہاتھ باندھے ہوئے ہوتا ہے تو اس مقام پر بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گا کیونکہ حضور ﷺ اس کے حال سے واقف اور اس کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں چنانچہ شیخ احمد بن محمد الخطیب قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ

٣٠٤۔ حياة القلوب فى زيارة المحبوب، باب چهارم در بيان زيارت حضرت سيد المرسلين، فصل اول، ص٣٠٤

٣٠٥۔ الفتاوىٰ الهندية، المجلد (١)، كتاب الحج، خاتمة فى زيارة قبر النبى ﷺ، ص٢٦٥

٣٠٦۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، المجلد (١)، الجزء (١)، كتاب الحج، فصل فى أحكام زيارة المسجد النبوى فى زيارة قبر النبى ﷺ، ص٢٢٧

"مواہب لدنیہ" میں نیز دیگر ائمہ فرماتے ہیں:

لا فرق بين موته و حياته ﷺ في مشاهدته لأمّته و معرفته بأحوالهم و نيّاتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلك عنده جلي لاخفاء به

یعنی، حضور اقدس ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی اُمّت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔ بحوالہ مدخل مطبوعہ مصر، صفحہ ۲۱۵ (۳۰۷)

اور علامہ رحمت اللہ سندھی "لُباب" میں اور مُلّا علی قاری حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بأنه عليه الصلاة و السلام عالم بحضورك و قيامك و سلامك أي بل بجميع أفعالك و أحوالك و ارتحالك و مقامك و كأنه حاضر جالس بازائك (۳۰۸)

یعنی، اس طرح کہ آپ ﷺ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام (ملا علی قاری فرماتے ہیں) بلکہ تیرے تمام افعال، احوال، ارتحال (مقامِ کوچ) اور کھڑے ہونے سے آگاہ ہیں گویا کہ آپ ﷺ تیرے سامنے جلوہ افروز ہیں۔

اور علامہ نظام الدین حنفی اور مقتدر علماء ہند کی جماعت نے لکھا:

و يمثل صورته الكريمة البهية كأنه نائم في لحده عالم به يسمع كلامه كذا في "الإختيار شرح المختار" (۳۰۹)

۳۰۷۔ الحج، مدینہ طیبہ، چاندی کی کیل، ص ۱۸۱

۳۰۸۔ المسلك المتقسّط في المنسك المتوسّط، باب زيارة سيد المرسلين ﷺ، فصل و لو توجّه إلى الزيارة، ص ۵۵۹

۳۰۹۔ الفتاوى الهندية: ۱/ ۲٦٥

یعنی، اور (زائر نبی ﷺ کی) روشن صورت مبارکہ کا تصور کرے گویا کہ آپ اپنی مبارک لحد میں آرام فرما ہیں، اور اُسے (یعنی زائر کو) جانتے ہیں اور اس کے کلام کو سماعت فرما رہے ہیں، اسی طرح "الاختیار شرح المختار" (۳۱۰) میں ہے۔

اور شیخ محمد متولی شعراوی لکھتے ہیں:

فهم في حياة لا نعلم كنهها، و لكنا أخبر عنها (۳۱۱)

یعنی، پس آپ حیات ہیں ہم اس کی کنہ کو نہیں جانتے لیکن ہمیں اُن کی حیات کی خبر دی گئی ہے۔

بہر حال زائر اس مقام پر یوں کھڑا ہوگا کہ آپ ﷺ اُسے مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور جو اس حقیقت ثابتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کھڑا ہوگا اس کی کیا کیفیت ہوگی اس کے ادب کا عالم کیا ہوگا، یہ اہلِ محبت پر پوشیدہ نہیں ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ذی الحجة ١٤٢٨ھ، ۳ینایر ۲۰۰۸ م (New 38-F)

مواجہۂ اقدس پر حاضری اور تحیۃ المسجد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ آمد کے بعد زائر کو چاہئے کہ پہلے مسجد نبوی شریف میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے پھر مواجہۂ اقدس پر سلام کے لئے حاضر ہو، اب اگر کسی شخص کو باب جبریل سے داخل ہونے کا موقع میسر آجائے یا وہ باب البقیع سے داخل ہو تو اس صورت میں اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: خرم عبدالقادر)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: علماء کرام نے مسجد نبوی میں دو

۳۱۰۔ كتاب الإختيار لتعليل المختار، ۱/ ۲۲۷

۳۱۱۔ الحج الأكبر، زيارة المسجد النبوي، ص ۱۷۷

رکعت نفل ادا کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ کی مبارک عادت تھی کہ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جلوہ افروز ہوتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر کاشانۂ اقدس کو تشریف لے جاتے۔ اور علماء کرام نے باب جبریل سے داخل ہونے کو افضل قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں اسی جگہ سے حاضر ہوتے تھے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

> داخل شود در مسجد از باب جبرئیل یا از باب دیگر مثل باب السلام یا غیر آن وعمل امروز واقع است بر دخول از باب السلام افضل آن ست کہ دخول نماید از باب جبریل زیرانکہ داخل می شدے جبرئیل علیہ السلام بر پیغمبر خدا ﷺ بنفس نفیس خود در مسجد از وے بواسطہ بودن وے اقرب ابواب مسجد بسوئے خانہائے او ﷺ (۳۱۲)

> یعنی، مسجد میں باب جبریل یا کسی اور دروازے سے داخل ہو جیسے باب السلام سے یا اس کے سوا کسی اور دروازے سے، اور آج کل باب السلام سے مسجد شریف میں داخل ہونے کا معمول ہے لیکن افضل یہ ہے کہ باب جبریل سے داخل ہو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بنفس نفیس خود مسجد میں اسی دروازے سے داخل ہوتے اس لئے کہ مسجد کے دروازوں میں سے یہی دروازہ آپ ﷺ کے دولت کدہ سے زیادہ قریب ہے۔

اور لکھتے ہیں:

> پس چوں داخل شد قصد کند اولاً مقام روضہ مقدسہ برائے اداء رکعتین تحیۃ مسجد در آنجا و رضہ عبارت است از مکانے کے واقع است مابین منبر و قبر شریف کہ فرمودہ است پیغمبر خدا ﷺ در حق وے کہ "مَا بَيْنَ مِنْبَرِيْ وَ قَبْرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ" (۳۱۳)

۳۱۲۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲

۳۱۳۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲

> یعنی، پس جب داخل ہو تو اولاً روضہ مقدسہ کی جگہ (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے وہاں دو رکعت تحیۃ المسجد اداء کرنے کی غرض سے اور روضہ اس جگہ سے عبارت ہے جو منبر اور قبر شریف کے مابین واقع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں ارشاد فرمایا کہ "میرے منبر اور قبر کے مابین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

اور باب جبریل یا باب بقیع سے داخل ہونے کی صورت میں ریاض الجنۃ کو حجرہ شریفہ کی پشت سے جائے چنانچہ لکھتے ہیں:

> پس اگر داخل شدہ باشد از باب جبرئیل بہتر آنست کہ قصد کند روضہ کریمہ را از پشتِ حجرہ شریفہ نہ از پیش او زیرانکہ لازم می آید عبور از پیش حجرہ مشرفہ بسوئے روضہ مقدسہ بغیر سلام زیارت (۳۱٤)

> یعنی، پس اگر باب جبریل سے داخل ہوا تو بہتر ہے کہ حجرہ شریفہ کی پچھلی طرف سے روضہ کریم (یعنی ریاض الجنۃ) کا قصد کرے نہ کہ سامنے سے کیونکہ حجرہ شریفہ کے سامنے سے گزر کر ریاض الجنۃ کو جانے میں سلامِ زیارت کے بغیر گزرنا لازم آئے گا۔

> و باید کہ دریں حال ملازمت نماید باخضوع و ہیبت و تواضع و مسکنت و اشتغال نہ نماید بنظر کردن بسوئے دیوارہا و قندیلہا و پردہا و امثال آن پس ادا کرد در روضہ رکعتین تحیت را (۳۱۵)

> یعنی، اس حال میں چاہئے کہ خضوع، ہیبت، تواضع اور سکون کو لازماً اختیار کرے اور دیواروں، قندیلوں اور پردوں اور ان کی مثل کو دیکھنے میں مشغول نہ ہو پس ریاض الجنۃ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔

اسی طرح علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی نے "لُباب المناسک" میں اور مُلّا علی قاری نے

۳۱٤۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۲۔ ۳۰۳

۳۱۵۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۳۰۳

اس کی شرح "المسلك المتقسط" (۳۱۶) میں لکھا ہے۔

اور اگر بابِ جبریل سے داخل ہونے کی صورت میں آگے راستہ بند ہو یا وہ باب بقیع سے داخل ہوا ور مواجۂ اقدس سے گزرنا پڑے تو اس صورت میں بھی علماء کرام نے لکھا ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد ترک نہ کرے مگر مواجۂ اقدس سے گزرتے وقت وہاں تھوڑی دیر کھڑا ہو کر سلام عرض کرے پھر ریاض الجنۃ اور جگہ میسر نہ آئے تو مسجد شریف میں کسی اور جگہ، بہتر ہے کہ قدیم مسجد النبی ﷺ میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کر کے حاضری کے لئے واپس آئے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

> تقدیم کند تحیۃ مسجد را بر زیارت اگر چہ واقع گردد عبور او از پیش مواجہ شریف ولیکن در ین صورت باید کہ وقوف قلیل نماید مقابل وجہ شریف و سلام گوید بر آنحضرت ﷺ بعد ازاں بیاید بسوئے روضہ برائے رکعتین تحیت بعد ازاں باز رجوع نماید برائے زیارت بر طریق کمال (۳۱۷)

یعنی، تحیت المسجد کو زیارت پر مقدم کرے اگر چہ مواجہ شریف کے سامنے سے اس کا گزر ہو لیکن اس صورت میں رُخِ انور کے سامنے تھوڑی دیر قیام کرے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے اس کے بعد ریاض الجنۃ میں آئے اور دو رکعت تحیت ادا کرے پھر زیارت کے لئے بطریق کمال واپس لوٹے۔

دو رکعت تحیت المسجد کی تقدیم کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

> تعظیماً للہ و تقدیماً لحقہ علی حق رسولہ کما یقتضی ترتیب حقوق الربوبیۃ و العبودیۃ (۳۱۸)

۳۱۶۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب زیارۃ سید المرسلین، فصل و لو توجہ إلی الزیارۃ، ص۵۵۷

۳۱۷۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص۳۰۲

۳۱۸۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب زیارۃ سید المرسلین ﷺ، فصل: و لو توجہ إلی الزیارۃ، ص۵۵۷

یعنی، (دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پہلے پڑھے) اللہ عزّ وجلّ کی تعظیم اور اس کے حق کے رسول کے حق پر مقدم ہونے کی وجہ سے جیسا کہ ربوبیت اور عبودیت کے حقوق کی ترتیب کا یہی تقاضا ہے۔

اور علماء کرام فرماتے ہیں اگر نماز یا سُنَنِ رواتب کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد تو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

> و إن أقیمت المکتوبۃ أو خیف فوتها بدأ بها و حصلت التحیۃ بها أی فی ضمنها (۳۱۹)

یعنی، اگر جماعت قائم ہو جائے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو فرض شروع کرے اور تحیت اس کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

> اگر خوف داشتہ باشد از فوت جماعت یا فوت سنتے از رواتب ترک کند برائے او رکعتین را حاصل گردد در ضمن آنہا (۳۲۰)

یعنی، اگر جماعت یا سُنَنِ رواتب کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ان کے لئے دو رکعت کو چھوڑ دے کہ تحیت ان کے ضمن میں حاصل ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر ایسا وقت ہو کہ جس وقت نماز پڑھنا ممنوع ہو یا نوافل پڑھنا مکروہ ہو تو اس صورت میں بھی تحیت المسجد نہیں پڑھے گا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ٤ محرم الحرام ١٤٢٩ھ، ١٢ینایر ٢٠٠٨م (New 39-F)

۳۱۹۔ لُباب المناسك مع شرحہ للقاری، ص۵۵۸

۳۲۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب جہل دهم در زیارت سید المرسلین ﷺ الخ، فصل اول، ص۳۰۳

مآخذ ومراجع

1۔ اردو نیوز، جدہ، جمعہ ۲٦ ذو الحجۃ ۱٤۲۸ ھ، مطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷م

2۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری ۔ للمکی، حسین بن محمد سعید عبدالغنی الحنفی، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

3۔ البحر الرائق (شرح کنز الدقائق) ۔ لابن نجیم زین الدین بن إبراهیم بن محمد المصری الحنفی (ت ۹۷۰ ھ) أیج أیم سعیدی کمپنی، کرائشی

4۔ البحر العمیق فی مناسك المعتمر و الحاج إلی بیت الله العتیق، لابن الضیاء محمد بن أحمد المکی الحنفی (ت ۸٥٤ ھ) تحقیق عبدالله نذیر احمد عبدالرحمن مزی، مؤسسة الریان، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۷ ھ۔ ۲۰۰٦م

5۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت٥۸۷ھ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل احمد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۸ ھ۔ ۱۹۹۷م

6۔ بهار شریعت ۔ للأعظمی، محمد أمجد علی الحنفی (ت۱۳٦۷ھ) شبیر برادرز، لاهور

7۔ تاریخ مکة مکرمة ۔ مکتبة الملك الفهد الوطنیة الطبعة الأولی ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

8۔ تحفة الفقهاء ۔ للسمرقندی، محمد بن أحمد الحنفی (ت٥۳۹ ھ) دار الفکر، بیروت ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۲م

9۔ تقریرات الرافعی علی رد المحتار ۔ للعلامة عبدالقادر الحنفی دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۰ ھ۔ ۲۰۰۰م

10۔ جامع الرّموز ۔ للقهستانی، شمس الدین محمد الخراسانی (۹٦۲ ھ أو ۹۰۰) أیج أیم سعید کمپنی، کرائشی

11۔ جمع المناسك و نفع الناسك للسندی، المخدوم رحمة الله بن عبدالله الحنفی (ت ۹۹۰/ ۹۹٤/ ۹۹٦ھ)، المطبعة المحمودیة القسطنطنیة، ۱۲۸۹ھ

12۔ الجوهرة النیرة (شرح مختصر القدوری) ۔ للحدادی، أبی بکر بن علی الحنفی

(ت ۸۰۰ ھ) میر محمد کتب خانہ، کرائشی

13۔ حاشیة علامة ابن حجر الهیتمی (علی شرح الإیضاح فی مناسك الحج) ۔ تحقیق عبدالمنعم إبراهیم، مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة الطبعة الثانیة ۱٤۲۷ ھ۔ ۲۰۰٦م

14۔ الحج ۔ للعلامة محمد سلیمان أشرف الحنفی، قطب مدینہ پبلشرز، کراچی

15۔ الحج الأکبر ۔ للشعراوی، الشیخ محمد متولی، المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۷ھ۔ ۲۰۰٦م

16۔ حج عمرہ و زیارات، مطبوعات علمی تحقیقات وزارت اسلامی أمور و أوقاف و دعوت إرشاد، سعودی عرب، ۱٤۲۸ ھ

17۔ حج کے مسائل مع زیارات حرمین ۔ للمفتی عبدالواجد القادری الحنفی، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

18۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب ۔ للسندی، المخدوم محمد هاشم السندی الحنفی (ت ۱۱۷٤ھ)، إدارة المعارف، کرائشی ۱۳۹۱ھ

19۔ الدُّرّ المختار (شرح تنویر الأبصار) ۔ للحصکفی، علاؤ الدین محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت۱۰۸۸ ھ) تحقیق عبدالمجید طعمه الحلبی، دار المعرفة بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

20۔ ردّ المحتار علی الدُّرّ المختار ۔ للشامی، محمد أمین بن عمر ابن العابدین الحنفی (ت۱۲٥۲ھ)، دار المعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

21۔ رهنمائے حج و عمرہ ۔ مکتبة الملك فهد الوطنیة أثناء النشر ۱٤۲۳ھ

22۔ السنن الکبریٰ للبیهقی ۔ أبی بکر أحمد بن حسین الشافعی (ت٤٥۸ھ) تحقیق محمد عبد القادر عطاء، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۰ ھ۔ ۱۹۹۹م

23۔ سنن الدار قطنی ۔ علی بن عمر (ت۳۸٥ھ)، تعلیق مجدی بن منصور، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۷ ھ۔ ۱۹۹٦م

24۔ شرح الإیضاح فی مناسك الحج (مع حاشیه للهیتمی) ۔ للنووی أبی زکریا یحیی بن شرف الشافعی (ت٦۷٦ ھ) تحقیق عبدالمنعم إبراهیم، مکتبه نزار مصطفی الباز،

مکۃ المکرمۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱٤۲۷ ھـ ـ ۲۰۰۱م

25 ـ شرح صحیح مسلم ـ للنووی، یحیی بن شرف الدمشقی الشافعی (ت ٦٧٦ ھ)، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبۃ الأولی ۱٤۲۱ ھـ ـ ۲۰۰۰م

26 ـ صحیح البخاری ـ للإمام محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت ۲٥٦ ھ) دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ ھـ ـ ۱۹۹۸م

27 ـ صحیح مسلم ـ للإمام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری (ت ۲٦۱ ھ)، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۱ ھـ ـ ۲۰۰۱م

28 ـ صفۃ الحج و العمرۃ ـ سلسلۃ إرشادات للحاج و المعتمرین، الرسالۃ الرابعۃ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ التاسعۃ ۱٤۲۷ ھ

29 ـ الفتاویٰ السراجیۃ ـ للأوسی، سراج الدین علی بن عثمان الحنفی (ت ٥٦۹ ھ)، میر محمد کتب خانہ کراتشی

30 ـ الفتاویٰ الھندیۃ ـ لجماعۃ علماء الھند، دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۳ ھـ ـ ۱۹۷۳م

31 ـ فتح القدیر ـ لابن الھمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت ۸٦۱ ھ)، مرکز أھل السنّۃ برکات رضا، الطبعۃ الأولی ۱٤۲٥ ھـ ـ ۲۰۰٤م

32 ـ کتاب الإختیا لتعلیل المختار ـ للموصلی، عبد اللہ بن محمود الحنفی (ت ٦۸۳ ھ)، تعلیق خالد عبدالرحمن العک دار المعرفۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۳ ھـ ـ ۲۰۰۲م

33 ـ لُباب المناسک و عُباب المسالک (مع شرحہ للقاری) ـ للسندی، المخدوم رحمۃ اللہ بن عبد اللہ الحنفی (ت ۹۹۰/۹۹٤/۹۹٦ ھ)، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ ھـ ـ ۱۹۹٥م

34 ـ المبسوط ـ للإمام السرخسی، شمس الدین أبو بکر محمد بن أحمد بن أبی سھل الحنفی (ت ٤۹۰ ھ)، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۰ ھـ ـ ۲۰۰۰م

35 ـ مجامع المناسک ونفع الناسک ـ للسندی، المخدوم محمد رحمۃ اللہ بن عبداللہ الحنفی (ت ۹۹٤ ھ)، مدرسہ نقشبندیہ، أفغانستان

36 ـ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ـ للھیثمی، نور الدین علی بن أبی بکر المصری (ت ۸۰۷ ھ)، تحقیق محمد عبد القادر أحمد عطاء دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۲ ھـ ـ ۲۰۰۱م

37 ـ المحیط البرھانی ـ للبخاری، أبی المعالی محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ الحنفی (ت ٦۱٦ ھ)، إدارۃ القرآن و العلوم الإسلامیۃ کراتشی ۱٤۲٤ ھـ ـ ۲۰۰٤م

38 ـ المسالک فی المناسک ـ للکرمانی، أبی منصور محمد بن مکرّم بن شعبان الحنفی (ت ٥۹۷ ھ)، تحقیق الدکتور سعود بن إبراھیم دار البشائر الإسلامیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲٤ ھـ ـ ۲۰۰۳م

39 ـ المستدرک علی الصحیحین ـ للحاکم، أبی عبداللہ النیسابوری (ت ٤۰٥ ھ)، دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱٤۲۷ ھـ ـ ۲۰۰٦م

40 ـ المسلک المتقسّط فی المنسک المتوسّط ـ للقاری، نور الدین علی بن محمد سلطان الھروی الحنفی (ت ۱۰۱٤ ھ)، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۹ ھـ ـ ۱۹۹۸م

41 ـ المسند، للإمام أحمد بن حنبل الشیبانی (ت ۲٤۱ ھ)، المکتب الإسلامی، بیروت

42 ـ المصنّف لابن أبی شیبۃ ـ عبد اللہ بن محمد الکوفی (ت ۲۳٥ ھ) تعلیق محمد سعید اللحّام، دار الفکر، بیروت ۱٤۱٤ ھـ ـ ۱۹۹٤م

43 ـ المعجم الأوسط ـ للطبرانی أبی القاسم سلیمان بن أحمد (ت ۳٦۰ ھ) تحقیق محمد حسن محمد حسن إسماعیل الشافعی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۰ ھـ ـ ۱۹۹۱م

44 ـ منحۃ الخالق علی البحر الرائق ـ الشامی، السید محمد أمین ابن عابدین الحنفی (ت ۱۲٥۲ ھ)، أیچ أیم سعید کمپنی، کراتشی

45 ـ الھدایۃ شرح بدایۃ المبتدی للمرغینانی ـ برھان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت ٥۹۳ ھ)، دار الارقم بیروت

توجہ فرمائیے

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ہدیۃً شائع شُدہ کُتُب

کہی ان کہی زکوٰۃ کی اہمیت

عصمت نبوی ﷺ کا بیان

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان؟

میلاد ابن کثیر ۔ مسائل خزائن العرفان

عیدالاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

کی تالیفات میں سے

عورتوں کے ایّام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیقِ پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار،

فتاویٰ حج وعمرہ، طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم

ضبط تولید کی شرعی حیثیت (برتھ کنٹرول پر جامع تحریر)

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہارِ شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، 2217776

رابطے کے لئے: 021-2439799، 0321-3885445

نوٹ !!

☆ ...... حکومت پاکستان کی طرف سے منی آرڈر فیس میں اضافے کی وجہ سے آپ کو سہولت دی گئی ہے کہ آپ ایک منی آرڈر پر ایک سے زیادہ ممبران کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں۔

☆ ...... ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے علیحدہ فارم کی ضرورت نہیں، آپ اسی فارم کو پُر کر کے بھیج سکتے ہیں۔

☆ ...... زیادہ ممبران ہونے کی صورت میں اس فارم کی فوٹو کاپی بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔

☆ ...... تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ فارم جلد از جلد پُر کر کے روانہ کر دیں زیادہ تاخیر کی صورت میں کتاب نہ ملنے پر شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆ ...... اپنا ایڈریس مکمل اور صاف تحریر کر کے روانہ کریں ورنہ ممبر شپ حاصل نہ ہونے پر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

☆ ...... کسی بھی ماہ کتاب نہ ملنے کی صورت میں فوری طور پر ادارے کے دفتر پر رجوع کریں۔

☆ ...... پرانے ممبران خط کے علاوہ منی آرڈر پر بھی اپنا ممبر شپ نمبر ضرور تحریر کریں۔

☆ ...... اپنا رابطہ نمبر بھی ضرور تحریر کریں۔

۷۸۶

۹۲

محترم المقام جناب.................................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت 2009ء کے لئے وہی فیس برقرار رکھی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف -/50 روپے سالانہ۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنا لیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہو گی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آ کر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں ممبر شپ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 20 جنوری ہے۔ 20 جنوری 2009ء تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم فروری 2009ء میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارچ میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

نوٹ: اپنا نام، پتہ، سابقہ ممبر شپ نمبر اور سیریل نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔

نوٹ: کسی مہینے کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال ملنے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تا کہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔

فقط

سید محمد طاہر نعیمی

شعبہ نشر و اشاعت 021-2439799

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔ 74000

....

نام.................................ولدیت.................................

مکمل پتہ...

....

فون نمبر.................................سابقہ سیریل نمبر.................................

دفتری استعمال کے لئے

تاریخ.................................سیریل نمبر.................................ممبر شپ نمبر.................................